بیادِ قائدِ اعظم

شاہکار کتاب (۴۳)

زیرِ ادارت: سید قاسم محمود

مرتب
خواجہ ظفر نظامی


روزنامہ
زمیندار

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

بابائے پاکستان حضرت قائدِ اعظم محمد علی جناح انتقال فرما گئے

بچوں بوڑھوں جوانوں عورتوں کی آنکھوں میں آنسو چہرے پر اداسی ہر گھر میں ماتم

مصباح الایمان

۲/۵۰

شاہکاریہ

قیمتوں کا بُت، پاش پاش

ابھی ڈیڑھ دو برس پہلے تک اگر متوسط طبقے کا کوئی فرد اپنے ماہانہ بجٹ سے چابکدستی کے ساتھ صرف پچیس روپے نکال کر ان سے اپنی ذہنی پیاس بجھانے کا ارادہ کرتا تو اُسے سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ پچیس روپوں کی قدر گھٹتے گھٹتے صرف اتنی رہ گئی ہے کہ آدمی اس سے بمشکل ایک معقول کتاب خرید سکتا ہے۔ لیکن خداوند تعالیٰ کی خاص عنایت سے اب صورتِ حال بالکل مختلف ہے، آج آپ پچیس روپے میں کم از کم آٹھ کتابیں ضرور خرید سکتے ہیں۔ 'شاہکار' کی بدولت علم و ادب کے چشمے خاص و عام کے لیے یکساں روانی سے بہہ رہے ہیں۔ پڑھنے لکھنے کا اعلیٰ ذوق رکھنے والوں کو اب اُس قحط کا سامنا نہیں ہے جس سے پہلے چند ماہ پہلے تک پاکستانی طبیعتیں گھٹی گھٹی اور ذہن زنگ آلود ہو رہے تھے۔ یہ سکوت توڑنے اور کتابوں کی قیمتوں کے بڑے بڑے ہندسے اُڑانے کا سہرا بلاشبہ 'شاہکار' کے سر ہے اور یہ فخر سے زیادہ، خوش نصیبی کی بات ہے۔ بے شک اللہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے۔

یکم اکتوبر ۷۶ء وہ مبارک دن ہے جب سرچشمۂ شاہکار سے علم و ادب کے کچھ اور دھارے رواں ہوں گے۔ اس روز سے جیبی کتابوں کا سلسلہ منشی محمد دین فوق کی نفیس منفرد انداز میں مرتب کی ہوئی تاریخ حُرّیتِ اسلام سے شروع کیا جا رہا ہے۔ اسلامی شجاعت اور حمیت پر مشتمل اس کتاب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر بیسویں صدی تک کے حالات منشی صاحب نے اپنے انوکھے اور خاص ڈھنگ میں بیان کیے ہیں۔ 'تاریخ حُریتِ اسلام' قسط وار شائع ہوگی اور ہر پہلی تاریخ کی دو جیبی کتب میں سے ایک اس تاریخ پر مشتمل ہوا کرے گی۔

جیبی کتابوں کا ایک اہم مقصد قیمت کے ہندسے کو مزید چھوٹا کرنا ہے۔ بابائے قوم حضرت قائداعظم رح کے معالجین ڈاکٹر کرنل الٰہی بخش اور ڈاکٹر ریاض علی شاہ کی دو کتابوں 'قائداعظم کے آخری لمحات' اور 'ریاض علی شاہ کی ڈائری' کی مجموعی قیمت دس اور پندرہ روپے کے درمیان بنتی ہے۔ 'شاہکار' عنقریب یہ دونوں کتابیں ایک جیبی کتاب کی صورت میں شائع کرے گا جس کی قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ ہوگی۔ ہماری کوشش ہے کہ قیمتوں کے بُت کو مزید پاش پاش کر دیا جائے تاکہ جہالت کے خلاف لڑی جانے والی اس جنگ میں امیر، غریب سبھی صف آرا ہو سکیں۔

بچوں تک معلوماتی اور مثبت تحریریں پہنچانے کے لیے برِعظیم پاک و ہند کی تاریخ کا انوکھا اور ارزاں ترین سلسلہ بھی 'تعلیمی فیچروں' کے نام سے یکم اکتوبر ۷۶ء سے شروع کیا جا رہا ہے۔ ان فیچروں میں پیچیدہ اور بظاہر مشکل چیزوں کو سادہ زبان میں اس طرح پیش کیا جائے گا کہ دلچسپی بھی برقرار رہے اور معلومات بھی بچوں تک پہنچ جائیں۔ فی الحال تعلیمی فیچروں کے آٹھ سلسلے قائم کیے گئے ہیں۔ چار فیچر پہلی کو اور چار ہر پندرہ تاریخ کو شائع ہوا کریں گے۔ تعلیمی فیچر محفوظ رکھے گئے تو کچھ عرصے بعد یہ الگ الگ دلچسپ کتابیں بن جائیں گی جو مستقل اہمیت کی حامل ہوں گی۔ ہر تعلیمی فیچر کی قیمت صرف اس لیے پچاس پیسے رکھی گئی ہے تاکہ بچوں میں اپنے جیب خرچ سے کتابیں خریدنے کا شوق پیدا ہو سکے۔

آپ کا
سیّد قاسم محمود



یادِ قائدِ اعظمؒ

بانیٔ پاکستان کے آخری ایام

فہرست

حیاتِ قائدؒ ——— ایک نظر میں

تبرکاتِ قائدؒ

آخری تقریر	سٹیٹ بنک آف پاکستان	۷
آخری پیغام	۱۴ اگست ۱۹۴۸ء	۹
آخری ہفتہ	کرنل الٰہی بخش	۱۰
آخری تصویر	"ماہ نو" کے فوٹوگرافر	۱۲
آخری خط	جنرل گریسی کے نام	۱۵
آخری الفاظ	ڈاکٹر ریاض علی شاہ	۱۶

میرِ کارواں نہ رہا

گیارہ ستمبر کی رات	سیّد قاسم محمود	۱۶
آنکھوں دیکھا حال	ریڈیو پاکستان کراچی	۱۹
سورج غروب ہوگیا	نمائندہ اعلان	۲۲

پیغامات

مادرِ ملت	۱۷ ستمبر ۱۹۴۸ء	۲۴
شہیدِ ملت	۱۲ ستمبر ۱۹۴۸ء	۲۵
ناظمِ ملت	۱۴ ستمبر ۱۹۴۸ء	۲۷

اہلِ قلم کا خراجِ تحسین

قائدِ اعظم علیہ رحمت	امتیاز علی تاج، شوکت تھانوی	۲۹
قائدِ اعظم رحمتہ اللہ علیہ	سر عبدالقادر	۳۲
ملت کا پاسباں ہے محمد علی جناح	میاں بشیر احمد	۳۳

پاکستانی اخبارات وجرائد کے تاثرات

میرِ کارواں کا آخری سفر	زمیندار	۳۴
قائدِ اعظم زندہ باد	امروز	۳۴
قائدِ اعظمؒ	نوائے وقت	۳۵
آزمائش کی گھڑی	احسان	۳۶
قائدِ اعظم کی رحلت	مغربی پاکستان	۳۶
قائدِ اعظم وفات پاگئے	ڈان	۳۶
اتحاد کا سفیر چل بسا	سول اینڈ ملٹری گزٹ	۳۷
انا للہ و انا الیہ راجعون	پاکستان ٹائمز	۳۷
قائدِ اعظم	نقوش	۳۸
قائدِ اعظم کے نام	نقاد	۳۹
دہر میں اک چراغ تھا نہ رہا	سنگِ میل	۴۰

عالمی اخبارات کا خراجِ عقیدت

روزنامہ نیوز کرانیکل۔ روزنامہ اسٹیٹسمین۔ نیویارک ہیرلڈ ٹریبون روزنامہ ہند۔ نیویارک ٹائمز۔ روزنامہ تیج۔ مانچسٹر گارجین روزنامہ الجمعیتہ۔ روزنامہ پربھات۔ یارک شائر پوسٹ ہندوستان ٹائمز۔ ڈیلی ایکسپریس۔ روزنامہ صدائے مردم۔ روزنامہ امرت بازار پتریکا۔

حیاتِ قائد۔ایک نظر میں

سنہ ۱۸۷۶ء (۲۵ دسمبر بروز سوموار) کراچی میں ولادت ہوئی۔

سنہ ۱۸۹۲ء قانونی تعلیم کی غرض سے انگلستان کو روانگی

سنہ ۱۸۹۳ء لنکنز اِن میں داخلہ

سنہ ۱۸۹۶ء بیرسٹری کے امتحان میں کامیابی کے بعد وطن کو مراجعت

سنہ ۱۸۹۷ء بمبئی میں وکالت کا آغاز

سنہ ۱۹۰۶ء کانگریس کی رکنیت۔ دادا بھائی نوروجی کے ہمراہ کلکتہ کے سالانہ اجلاس میں شرکت

سنہ ۱۹۰۹ء مرکزی قانون ساز کونسل کے رکن بمبئی سے بلا مقابلہ منتخب ہوئے۔ اسی سال مسلم لیگ نے قائداعظم سے مسلم اوقاف کے تحفظ کا مسودہ قانون تیار کر کے کونسل میں پیش کرنے کی درخواست کی۔

سنہ ۱۹۱۱ء وقف علی الاولاد کے سلسلہ میں کونسل میں مسودہ قانون پیش کیا

سنہ ۱۹۱۲ء بحیثیت مہمان مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کلکتہ میں شرکت کی۔

سنہ ۱۹۱۳ء مسٹر گوکھلے کے ساتھ انگلستان تشریف لے گئے اور وہاں انڈین لنڈن ایسوسی ایشن قائم کی۔ واپسی پر مسلم لیگ میں شریک ہو گئے مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس ناگپور کی کارروائی میں حصہ لیا مگر کانگریس کے رکن بھی بنے رہے۔ وقف علی الاولاد کے بارے میں آپ کا مسودہ قانون منظور ہو کر قانون بن گیا۔

سنہ ۱۹۱۴ء کانگریس کے ڈیپوٹیشن کے رکن منتخب ہو کر انڈیا کونسل کی اصلاح کے لئے انگلستان گئے۔

سنہ ۱۹۱۵ء کانگریس اور مسلم لیگ کی یک جہتی کی غرض سے ہندو مسلمانوں کے اختلافات کے تصفیے کے لئے دونوں جماعتوں کی ایک مشترکہ کمیٹی قائم کرائی

سنہ ۱۹۱۶ء مسلم لیگ کے تاریخی اجلاس لکھنؤ کی صدارت فرمائی جس میں معاہدہ لکھنؤ کو دونوں جماعتوں نے منظور کر لیا۔

سنہ ۱۹۱۷ء ہوم رول کی تحریک میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ کانگریس کمیٹی اور مسلم لیگ کونسل نے مشترکہ اجلاس میں آپ کو معہ دیگر رہنمایان قوم انگلستان بھیجنے کا فیصلہ کیا تاکہ ذمہ دارانِ حکومت برطانیہ کو ہندوستان کی عام سیاسی حالت سے باخبر کیا جائے۔ آپ سے ایک بیان تیار کرا کے وزیر ہند کو بھیجا گیا۔ جس میں برِ اعظم کے لئے حکومت خود اختیاری کا مطالبہ کیا گیا۔ آپ کو اس وفد کا رکن بنایا گیا جسے وزیر ہند کے پاس بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا (نومبر) اس وفد نے وزیر ہند سے ملاقات کی۔

سنہ ۱۹۱۸ء بمبئی کے مشہور پارسی سرمایہ دار لیڈر مسٹر ڈنشا پیٹٹ کی دختر رتن بائی کو مسلمان کر کے ان سے شادی کی۔

قومی خدمات کے صلے میں کانگریس نے بمبئی میں جناح ہال کی بنیاد رکھی۔ پنجاب میں مارشل لا کی مدت میں توسیع پر امپیریل کونسل میں احتجاج اور اس کی شنوائی نہ ہونے پر کونسل سے استعفیٰ دیدیا۔

سنہ ۱۹۱۹ء مسلم لیگ کے مستقل صدر بنائے گئے اور مسلم لیگ کے قواعد و ضوابط میں ترمیم کی تحریک کو پروان چڑھایا۔

سنہ ۱۹۲۰ء ترکِ موالات کے اجراء کے معاملہ میں گاندھی جی اور مولانا محمد علی مرحوم سے اختلاف کی بناء پر کانگریس سے علیحدگی اختیار کی۔

سنہ ۱۹۲۲ء تا سنہ ۱۹۲۴ء تحریک ترک موالات کے ردعمل کے طور پر اور شدھی سنگھٹن کی تحریک سے ہندو مسلم فسادات سے ملک کی فضا مکدر ہوئی۔ اس سیاسی اور مذہبی تکدر کو دور کر کے ہندو مسلم اختلافات کو ختم کرنے کی کوشش فرماتے رہے۔

سنہ ۱۹۲۴ء مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی صدارت کی۔ مسلمان قوم کی سیاسی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے ایک عملی پروگرام کا خاکہ پیش کیا اور مسلمانوں کو سیاسی طور پر دوبارہ زندہ کیا۔

سنہ ۱۹۲۵ء (جنوری) آل پارٹیز کانفرنس (جس کے انعقاد کا مقصد ہندو مسلم کشیدگی اور اختلافات کو دور کرنا تھا) میں مسلمانوں کی نمائندگی کی اور یہ مطالبہ کیا کہ پنجاب اور بنگال کی مسلم اکثریتوں کو اقلیتوں میں تبدیل نہ کیا جائے۔ امرتسر میں آل انڈیا مسلم پارٹیز کانفرنس میں شرکت کی۔

سنہ ۱۹۲۷ء (۲۰ مارچ) ہر طبقۂ خیال کے مسلمانوں کے اجتماع دہلی کی صدارت کی، تجاویز دہلی کو مرتب کیا۔ آل پارٹیز کانفرنس میں شرکت کی۔ سائمن کمیشن کے بائیکاٹ کی تحریک کی سرگرمی سے قیادت کی اور مکمل ترین بائیکاٹ کرانے میں کامیابی حاصل کی۔

سنہ ۱۹۲۸ء نہرو رپورٹ کی ابتداً مشروط تائید اور بعد میں کھلی مخالفت کی۔ نہرو رپورٹ پر نظر ثانی کے لئے شریک ہوئے مگر رپورٹ میں ترمیمات کرانے میں ناکامی ہوئی۔

سنہ ۱۹۲۹ء (مارچ) لیگ کونسل کے اجلاس میں مسلم حقوق سے متعلق مطالبات کو چودہ نکات کی شکل میں منضبط و مربوط کر کے پیش کیا۔

سنہ ۱۹۳۰ء کانگریس کی تحریک سول نافرمانی کی مخالفت کی جو برطانیہ پر دباؤ ڈال کر نہرو رپورٹ کو من و عن منوانے کی غرض سے کی گئی تھی۔ مسلمانوں کے نمائندے کی حیثیت سے لندن کی گول میز کانفرنس میں شرکت کی۔ ترکِ وطن کر کے انگلستان میں مستقل بود و باش اختیار کی۔

سنہ ۱۹۳۱ء دوسری گول میز کانفرنس میں شریک ہوئے۔

سنہ ۱۹۳۴ء سرکردہ مسلم رہنماؤں کی کانفرنس کی متفقہ درخواست کے جواب میں پروگرام بنایا۔ لیگ کی مستقل صدارت کے لئے متفقہ طور پر منتخب ہوئے۔

سنہ ۱۹۳۴ء بمبئی کے شہری حلقے سے مرکزی اسمبلی کے انتخاب میں کامیابی اور آپ کی قیادت میں انڈی پینڈنٹ پارٹی کا قیام۔ گول میز کانفرنس کی جوائنٹ پارلیمنٹری کمیٹی کی رپورٹ کے مباحثہ میں کمیونل ایوارڈ کو برقرار رکھنے کے لئے ترمیم کے ذریعے حکومت، کانگریس اور فرقہ پرست ہندوؤں کو شکست فاش دی۔

سنہ ۱۹۳۵ء صدر کانگریس مسٹر راجندر پرشاد سے ہندو مسلم اختلافات دور کرنے کی غرض سے گفت و شنید اور ملاقاتیں کیں۔

سنہ ۱۹۳۶ء مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس بمبئی میں آپ کو مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ بنانے کا اختیار حاصل ہوا تاکہ یہ بورڈ دستور ہند ۱۹۳۵ء کی رو سے قائم

ہونے والی صوبائی خود مختاری کے ضمن میں صوبوں کے انتخابات میں حصہ لے سکے۔ قائداعظم نے اس اجلاس میں مذکورہ دستور کی سخت مخالفت کی اور ایک تجویز اس کی مخالفت میں منظور ہوئی۔

سنہ ۱۹۳۶ء (اپریل تا اواخر ۱۹۳۷ء) قائداعظم نے ایک ملک گیر طوفانی دورہ کیا جس سے انتخابات میں مسلم لیگ کو شاندار کامیابی حاصل ہوئی۔

سنہ ۱۹۳۷ء (اکتوبر) مسلم لیگ کے تاریخی اجلاس لکھنو کی صدارت کی جس میں لیگ کا نصب العین مکمل آزادی قرار پایا۔ اسی اجلاس میں سر سکندر حیات اور مولوی فضل الحق اپنے ساتھیوں سمیت مسلم لیگ میں شامل ہوئے۔ (۲۷ر دسمبر) آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے پہلے اجلاس کلکتہ کی صدارت کی۔ گاندھی جی سے خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہوا۔

سنہ ۱۹۳۸ء ۔ پنڈت نہرو کی درخواست پر ان سے کانگریس اور مسلم لیگ کے اختلافات کے سلسلہ میں خط و کتابت کا سلسلہ شروع کیا۔

(۱۷، ۱۸ر اپریل) مسلم لیگ کے اجلاس خصوصی کلکتہ کی صدارت فرمائی۔

(۲۸ر اپریل) گاندھی جی کی درخواست پر ان سے ملاقات کی۔

(مئی) صدر کانگریس مسٹر سوبھاش چندر بوس سے گفت و شنید ہوئی۔

(۲۳ر اگست) مرکزی جماعت قانون ساز میں مسودہ ترمیم قانون فوجداری پر ہنگامہ خیز تقریر اور فوجی بھرتی کے سلسلہ میں مسلمانوں کے نقطۂ نظر کی ترجمانی کی۔

(۸۔ ۹ر اکتوبر) کراچی مسلم لیگ کانفرنس کی صدارت فرمائی۔

(۲۶ر دسمبر) مسلم لیگ کے تاریخی سالانہ اجلاس پٹنہ کی صدارت کے فرائض انجام دیئے۔

سنہ ۱۹۳۹ء (۲۷ر مارچ) مرکزی جماعت قانون ساز میں مسودہ قانون مالگزاری پر زلزلہ افگن تقریر اور مسلم لیگ کی حیثیت کی وضاحت فرمائی۔

(۱۷، ۱۸ر ستمبر) آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کی صدارت اور مسلم نوجوانوں کے لئے پیغام۔

(یکم نومبر) وائسرائے ہند کی خواہش پر ان سے ملاقات کی۔ گاندھی جی اور مسٹر راجندر پرشاد صدر کانگریس نے بھی ملاقات کی۔

(۲ر نومبر) وائسرائے ہند کے خط کا جواب دیا۔

(۵ر نومبر) گاندھی جی کے ایک مضمون کا دندان شکن جواب۔

۵ر نومبر تا ۶ر فروری **سنہ ۱۹۴۰ء** قائداعظم اور وائسرائے ہند کے مابین مسلم لیگ کے پیش کردہ مطالبات کے سلسلہ میں خط و کتابت جاری رہی۔

(۲۲ر دسمبر) ہندوستان کے ہندو اکثریت کے صوبوں میں کانگریس کے وزارتوں سے دست بردار ہو جانے پر مسلمانوں کو یوم نجات منانے کا حکم صادر فرمایا۔

سنہ ۱۹۴۰ء (۲۰ر مارچ) مسلم لیگ کے تاریخی اجلاس لاہور میں شرکت کے لئے سپیشل ٹرین میں دہلی سے روانگی۔

(۲۳ر مارچ) مسلم لیگ لاہور کے اجلاس کی صدارت فرمائی اور "قرارداد لاہور" پیش کی جس میں پاکستان کا مطالبہ کیا گیا اور وکالت ترک کر کے مسلمانوں کی قومی خدمت کو نصب العین بنایا۔

(۱۹ر نومبر) مرکزی جماعت قانون ساز میں مسلمانوں کے موقف کی وضاحت کی۔

(نومبر) مسلم طلبائے دہلی کی پہلی کانفرنس کا افتتاح کیا۔

(۲۸ر نومبر) وفاق مسلم طلباء کے اجلاس احمد آباد میں تقسیم ہند کی تجویز کی وضاحت کی۔

سنہ ۱۹۴۱ء (۱۳ر جنوری) انجمن ترقی مسلمین و مجلس مسلم کے جلسے میں ہندوستان کے لئے وحدانی حکومت کے تصور کی مخالفت کی۔

(۱۰ر مارچ) انجمن اتحاد طلبا مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے اجلاس میں قرارداد پاکستان کی وضاحت فرمائی۔

(۳۰ر مارچ) مسلم فیڈریشن کانپور کے جلسے میں ہندو مسلم نظریات کے اختلافات پر تقریر کی۔

(۱۴ر اپریل) مسلم لیگ کانفرنس مدراس میں تقریر کرتے ہوئے مطالبہ پاکستان کی وضاحت فرمائی۔

(جون) مسلمانان دہلی کے سپاس نامہ کے جواب میں ایک تقریر میں ہندوستان کی جغرافیائی وحدت کے تصور پر نکتہ چینی کی۔

(جون) میسور اسٹیٹ مسلم لیگ کے سپاس نامہ کے جواب میں مسلمانوں کو اخوت و مساوات کی تلقین فرمائی۔

سنہ ۱۹۴۲ء (۱۹ر فروری) بنگال مسلم لیگ کے خاص اجلاس سراج گنج میں مطالبہ پاکستان کے موضوع پر شاندار تقریر کی۔

(۲۳ر مارچ) دہلی میں یوم پاکستان کے موقع پر تقریر میں حکومت کو مسلم لیگ کو کچلنے سے محترز رہنے کا انتباہ کیا۔

کرپس مشن ہندوستان آیا اور اس نے کرپس تجاویز پیش کیں۔ مشن کے ارکان نے قائداعظم سے ملاقاتیں کیں۔ مشن نے مطالبہ پاکستان کو اصولی طور پر تسلیم کر لیا۔ مگر چونکہ مطالبہ پاکستان پورا نہ ہوتا تھا اس لئے قائداعظم نے کرپس تجاویز کو مسترد کر دیا۔

(۱۳ر اپریل) پریس کانفرنس میں کرپس تجاویز کے بارے میں ایک بیان دیا۔

(۱۳ر ستمبر) دہلی میں امریکی۔ برطانوی۔ چینی اور ہندوستانی نمائندگان اخبارات کی کانفرنس میں مسلمانوں کی طرف سے تقسیم ہند کے مطالبے کی اٹل شرط کا اعلان فرمایا۔

(۲ر نومبر) مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں مسلمان قوم کے سیاسی نصب العین کی وضاحت فرمائی۔

(۱۵ر نومبر) آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے اجلاس کی صدارت کی اور طلباء کو بیش بہا نصائح و ہدایات سے نوازا۔

(۱۸ر نومبر) پنجاب پراونشل مسلم لیگ کانفرنس لائل پور کا افتتاح کیا اور تقریر میں حق خود ارادیت کی تشریح فرمائی۔

میونسپلٹی لائل پور۔ کرسچین ایسوسی ایشن پنجاب۔ ادھری ایسوسی ایشن لائل پور اور مسلم سٹوڈنٹ فیڈریشن کے سپاس ناموں کے جواب میں اہم تقریریں کیں۔

(۲۱ر نومبر) لاہور میں اخبار نویسوں کی کانفرنس میں سوالات کے جوابات دیئے، اور مسلم خواتین کے شاندار جلسے میں خطبہ فرمایا۔

(۲۲ر نومبر) لاہور میں علامہ اقبال کے مرقد پر انوار کی زیارت فرمائی۔

(۲۳ر نومبر) لاہور میں جناح کالج اور جناح اسکول کی طالبات کے سپاسناموں کے جواب میں تقاریر کیں۔

(۲۵ر دسمبر) دہلی میں ونگڈن پویلین (کوٹلہ) میں عمائدین شہر کی جانب سے سپاسنامے کے جواب میں تقریر فرمائی۔

سنہ ۱۹۴۳ء (۴ر جنوری) بمبئی مسلم سٹوڈنٹ فیڈریشن کے اجلاس میں سیاسی نصب العین کی نوعیت پر تقریر کی۔

(مارچ) قائداعظم اور مسٹر فضل الحق کے مابین خط و کتابت کی اشاعت۔

(۳ر جولائی) بلوچستان مسلم لیگ کے تیسرے سالانہ اجلاس کے افتتاح پر تقریر میں مسلمانوں کی تنظیم پر اظہار مسرت فرمایا۔

(۲۶ر جولائی) قائداعظم پر رفیق کا ناکام قاتلانہ حملہ بمبئی میں ہوا۔

سنہ ۱۹۴۴ء (۸ر مارچ) لاہور میں مسلم سٹوڈنٹس کانفرنس کا افتتاح فرمایا قیام لاہور میں خضر حیات وزارت سے مفاہمت کی کوشش کرتے رہے۔

(۲۰ر تا ۲۷ر اپریل) خضر حیات خاں وزیراعظم پنجاب سے گفت و شنید جاری رہی اور اس کی ناکامی کے بعد ایک وضاحتی بیان دیا۔

(مئی) کشمیر تشریف لے گئے۔

(۱۷ر جولائی) گاندھی جی کے خط کے جواب میں انہیں وسط اگست میں اپنے دولت کدہ بمبئی پر آنے کی دعوت دی۔

(۹ر ستمبر) اپنے دولت کدہ پر گاندھی جی سے ملاقات کی۔ یہ ملاقاتیں اور گفت و شنید ۲۷ر ستمبر تک جاری رہیں۔

سنہ ۱۹۴۵ء (۱۲ر جنوری) احمد آباد میں تشریف آوری۔

(۱۶ر جنوری) احمد آباد میں مختلف تقریروں میں مسلمان نوجوانوں کو عملی زندگی اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔

(۴ر فروری) کراچی میں مسٹر جی ایم سید کو شرف باریابی بخشا اور انہیں متحد ہو کر کام کرنے کی نصیحت فرمائی۔

(اوائل مارچ) طبیعت ناساز ہو گئی۔ طبی مشوروں کے مطابق ایک ہفتہ تک ترک مشاغل اور مکمل آرام فرمایا۔

(۲۵ر جون) لارڈ ویول کی طلب کردہ شملہ کانفرنس میں شرکت کی۔

(۹ر جولائی) شملہ میں تقریر کرتے ہوئے مسلم لیگ کے لئے کوئی کھوکھلی پیش کش قبول نہ کرنے کا اعلان فرمایا۔

(۶ر اگست) بلڈرز ایسوسی ایشن بمبئی کی جانب سے قائداعظم کو ایک لاکھ روپے کی پیش کش ہوئی۔

(۱۳ر اگست) بمبئی کے قیصر باغ کے عظیم الشان جلسہ میں قائداعظم کی اپیل پر تین لاکھ گیارہ ہزار روپیہ اسی وقت جمع ہو گیا۔

(۲۸ر اگست) کراچی سے ایک بیان میں ہر مسلمان کے مسلم لیگ میں شمول کے خیر مقدم کا اعلان فرمایا۔

(۵ر ستمبر) کراچی میں نمائندگان اخبارات کی کانفرنس میں بیان دیتے ہوئے سندھ کے مسلمانوں سے اتحاد و اتفاق کی اپیل کی۔

(۲۰ر اکتوبر) بلوچستان کا دورہ فرمایا۔ کوئٹہ میں عظیم الشان استقبال ہوا۔ گورنر جنرل کے نمائندہ سے اہم ملاقات کی۔ قائداعظم کے اعزاز میں شہریوں کی طرف سے شاندار عصرانہ دیا گیا۔ الیکشن فنڈ میں چندے کے طور پر ایک نامعلوم شخص کی جانب سے قائداعظم کی خدمت میں ساڑھے پانچ ہزار تولہ یعنی ڈیڑھ من چاندی کی دو سلاخوں کی پیش کش ہوئی۔ کوئٹہ میں ایک عظیم الشان جلسہ عام میں تقریر فرمائی۔

(۸ر نومبر) بمبئی کے قیصر باغ میں ایک جلسہ عام میں فلسطین کے عربوں کی بھرپور حمایت میں شاندار تقریر کی۔

(۲۰ر نومبر) بذریعہ طیارہ پشاور میں تشریف آوری۔ فضائی مستقر پر پٹھانوں کی طرف سے قائداعظم کا شاہانہ استقبال ہوا۔

(۱۲ر نومبر) مرکزی جماعت قانون ساز کے انتخاب میں شاندار کامیابی۔ آپ کے مخالف کی ضمانت ضبط ہو گئی۔

(۱۰ر دسمبر) ایسوسی ایٹڈ پریس کے نمائندے کو بیان دیا کہ ہندوستان کا مسئلہ صرف مطالبہ پاکستان تسلیم کرنے سے حل ہو سکتا ہے۔

کلکتہ میڈیکل سٹوڈنٹس کانفرنس کے نام پیغام "متحد ہو جاؤ" اور آئندہ انتخابات میں مسلم لیگ کو کامیاب بنانے کے لئے کام کرو۔ یہ ہماری موت و حیات کا مسئلہ ہے۔

(۱۱ر دسمبر) وائسرائے ہند نے ایسوسی ایٹڈ چیمبر آف کامرس کے جلسے میں تقریر کرتے ہوئے کہا: "ہندوستان کے باشندے اپنی مرضی سے ایک یا ایک سے زیادہ حکومتیں حاصل کریں۔" قائداعظم کی جانب سے اس اعلان کی وضاحت کا مطالبہ۔

(۱۶ر دسمبر) برطانوی پارلیمنٹ نے ہندوستان کے متعلق اعلان کیا کہ وہ ایمپائر پارلیمنٹری ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام ایک وفد ہندوستان بھیجے گی تاکہ ہندوستان کی سیاسی گتھی کے بارے میں اس کے ذریعے واقفیت حاصل کر سکے۔

قائداعظم نے اس اعلان پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا: "یہ تضیع اوقات ہے حکومت برطانیہ کو چاہیئے کہ ملک کو تقسیم کر کے پاکستان اور ہندوستان کی آزاد حکومتیں قائم کر دے۔"

(۲۷ر دسمبر) میمن مرچنٹ ایسوسی ایشن کی جانب سے قائداعظم کی سترویں سالگرہ پر شہر کے سات سو معززین کو تاج محل ہوٹل بمبئی میں عصرانہ دیا گیا۔ قائداعظم نے تقریر فرمائی۔ "کہ ہماری لڑائی ہندوؤں سے نہیں صرف کانگریس کی ہائی کمان سے ہے۔"

(۳۰ر دسمبر) ایک بیان میں مرکزی اسمبلی کے انتخابات میں مسلم لیگ کی شاندار کامیابی پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا: "یہ پاکستان کے حق میں مسلمانوں کا کھلا فیصلہ ہے۔" اس شاندار کامیابی پر اظہار عقیدت کے لئے ۱۱ر جنوری ۱۹۴۶ء کو "یوم فتح" منانے کا حکم صادر فرمایا۔

(۳۱ر دسمبر) برطانوی وفد کی دہلی میں آمد پر قائداعظم کی بمبئی سے دہلی کو روانگی۔

سنہ ۱۹۴۶ء (۱۰ر جنوری) دہلی میں برطانوی وفد نے قائداعظم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے دو گھنٹے تک گفتگو کی۔ ایک رکن وفد مسٹر سورنسن نے برملا اعتراف کیا کہ پاکستان کا مطالبہ نہایت سلجھا ہوا اور سنجیدہ مطالبہ ہے۔

(۱۱ر جنوری) نواب بھوپال حمید اللہ خاں نے قائداعظم کی خدمت میں حاضر ہو کر بعض اہم سیاسی امور پر تبادلہ خیال کیا۔ خواتین دہلی کے وفد کی جانب سے باریابی حاصل کرنے کے بعد ایک ہزار گیارہ روپے کی پیش کش کی گئی

"یوم فتح" پر بیان جاری کیا کہ "میں مسلمانوں کو پہلی فتح پر مبارکباد دیتا ہوں دنیا کے کسی گوشہ میں اور کسی قوم میں ایسی سو فی صدی کامیابی کی مثال نہیں ملتی۔ مجھے مسرت ہے کہ مسلمانوں نے حصول پاکستان کا عزم کر لیا ہے۔"

ایک عظیم الشان جلسہ عام میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا: "مسلمان قوم طاقتور منظم اور ارادے کی پکی ہے۔ آج وہ پاکستان کے لئے خون کا آخری قطرہ

تک بہا دینے کو تیار ہے۔ لیکن ابھی خون بہانے کا وقت نہیں آیا ہے۔ ابھی تو میں مسلمانوں سے صرف الیکشن میں لیگ کے لئے ووٹ طلب کرتا ہوں۔"

(۱۳ر جنوری) لاہور کے ایک عظیم الشان جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے اس زمانہ کے گورنر پنجاب گلینسی کی پرزور مذمت کی اور واشگاف الفاظ میں اعلان فرمایا کہ "پاکستان کوئی سیاسی شعبدہ بازی نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کی حیات و موت کا مسئلہ ہے۔"

(۱۶ر جنوری) کشمیری مسلمانوں کے نمائندوں کو شرفِ باریابی بخشا۔

(۱۷ر جنوری) اسلامیہ کالج کے طلباء کے عظیم الشان جلسے میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا: "ہم گلینسی۔ خضر محمود کو گھما کو چھوڑیں گے۔ وہ انصاف اور قانون کے پھندے سے بچ کر نہیں جا سکتے۔"

خواتین لاہور کے عظیم الشان جلسے میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا: "میں پنجاب کی خواتین میں زندگی کی ایک نئی لہر پا رہا ہوں۔ مجھے اُمید ہے کہ وہ حصولِ پاکستان کی مہم میں ہمارے دوش بدوش کام کریں گی۔"

(۱۸ر جنوری) لاہور میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا "یہ یونینسٹ پارٹی ہی ہماری مشکلات کا اصل سبب ہے۔ مسلمانوں کو گلینسی خضر محمود پر فتح حاصل کرنی ہے۔ خضر حیات گورنر گلینسی کے ہاتھوں میں کھلونا ہے۔"

(جنوری) مسلم لیگ نے انتخابات میں آپ کی قیادت میں مرکزی جماعت قانون ساز کی تمام نشستوں پر اور صوبجاتی جماعت قانون ساز کی ۴۹۲ میں سے ۴۲۷ نشستوں پر قبضہ کر لیا۔ یہ انتخابات مطالبہ پاکستان پر لڑے گئے تھے اس لئے ثابت ہو گیا کہ مسلمان مطالبہ پاکستان کے حامی ہیں۔

(۱۸ر جنوری) اسلامیہ کالج کے اسٹاف نے قائداعظم کو دعوت پر مدعو کیا لیکن آپ نے فرصت نہ ہونے کی وجہ سے معذرت چاہتے ہوئے فرمایا "اس موت اور زندگی کے سوال کو حل ہو جانے دو پھر میں آپ کی پلاؤ کی دعوت کھاؤں گا۔" اسلامیہ کالج کے اس اقدام کی بہت تعریف کی کہ طلبا کو انتخابی مہم میں حصہ لینے کا موقع دینے کے لئے کالج دو ماہ کے لئے بند کر دیا جائے۔

لاہور کے مسلم طلباء کی طرف سے ۲۵۲ روپے کی پیش کش قبول کی۔

(۱۹ر جنوری) بذریعہ طیارہ لاہور سے دہلی روانہ ہوئے۔ روانگی سے قبل قائداعظم نے ایسوسی ایٹڈ پریس کے نمائندے کو بیان دیا کہ "اگر پنجاب میں انتخابات آزادانہ ہوئے تو مسلم لیگ کو سو فی صدی کامیابی حاصل ہوگی۔"

دہلی میں مرکزی جماعت قانون ساز کے مسلم لیگی ارکان کے اجتماع کی صدارت فرمائی جس میں آپ کو لیڈر منتخب کیا گیا۔

(۲۱ر جنوری) مرکزی جماعت قانون ساز کے اجلاس میں شرکت کی۔ انڈونیشیا اور ہند چینی میں ہندوستانی فوجیں استعمال کئے جانے پر تحریک التواء کے سلسلہ میں معرکہ آرا تقریر فرمائی۔

(۲۸ر جنوری) وائسرائے کی اس تقریر پر ایک بیان جاری کیا جس میں توسیع شدہ وائسرائے کونسل کے قیام کی ضرورت ظاہر کی گئی تھی۔

(۴ر فروری) برطانوی وزارتی وفد سے دو گھنٹے تک ملاقات کی۔

(۶ر فروری) آزاد ہند فوج کے کیپٹن عبدالرشید کی سزایابی پر احتجاجی بیان دیا۔

(اپریل) برطانوی وزارتی مشن کی آپ سے گفت و شنید۔ قائداعظم نے مشن کی تجاویز کو منظور کر لیا۔ کانگریس نے بھی انہیں تسلیم کر لیا مگر جلد ہی عملاً مخالفت شروع کر دی کیونکہ ان پر عمل درآمد سے مسلم اکثریت کے صوبوں کے مفاد کی اُمید تھی۔

(۲۹ر جولائی) قائداعظم نے آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اجلاس بمبئی میں مشن کی تجاویز کو مسترد کر کے راست عمل کا اعلان کیا جس پر تمام خطاب یافتہ مسلمانوں نے اپنے اپنے خطابات واپس کر دیئے سوائے سر ظفراللہ خان قادیانی کے۔

(۲۴ر اگست) لارڈ ویول کی عبوری حکومت کے قیام کے اعلان اور کانگریس کو حکومت بنانے کی پیش کش پر وائسرائے کی عیاری پر احتجاج کیا اور اس کی چالوں کو بے نقاب کیا جس پر مسلم لیگ کو بھی عبوری حکومت میں شامل کیا گیا اور ویول کو واپس بلا لیا گیا۔

(دسمبر) برطانوی حکومت کی دعوت پر لندن تشریف لے گئے اور کانگریس وزارتی مشن اسکیم کی جو غلط تشریح کر رہی تھی اس کا پردہ چاک کر کے برطانوی مدبروں سے اپنی تشریح کو صحیح تسلیم کرایا۔

(۱۴ر دسمبر) اخباری نمائندوں کی کانفرنس میں لندن میں اعلان فرمایا کہ ہندوستان کے سیاسی مسئلہ کا واحد حل پاکستان ہے۔ ہندوستان واپس آتے ہوئے قاہرہ میں رک کر آپ نے مفتی اعظم فلسطین۔ نحاس پاشا اور عزام پاشا سے مذاکرات کئے۔

سنہ ۱۹۴۷ء (۲۲ر مارچ) نئے وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ہندوستان وارد ہو کر مذاکرات شروع کئے جن سے ۳ر جون کی برطانوی اسکیم وجود پذیر ہوئی۔ جس کا مقصد ملک کی تقسیم اور قیام پاکستان تھا۔

(۱۴ر اگست) بروز جمعرات ملک تقسیم ہوا۔ پاکستان وجود میں آیا۔ قائداعظم پاکستان کے پہلے گورنر جنرل مقرر ہوئے۔

پھر ایک سال میں پیرانہ سالی کے باوجود آپ نے پاکستانی صوبوں کے کئی کئی دورے کئے۔

سنہ ۱۹۴۸ء (جون) طبی مشیروں کے مشوروں کے مطابق بغرضِ آرام زیارت، بلوچستان میں قیام پذیر ہوئے۔

(یکم جولائی) کراچی میں تشریف لا کر سٹیٹ بنک آف پاکستان کا افتتاح فرمایا۔

(۱۸ر اگست) صحت کافی حد تک اچھی ہو گئی۔

(۱۱ر ستمبر بروز ہفتہ) کراچی میں رات کے دس بج کر ۲۵ منٹ پر روح قفسِ عنصری سے پرواز کر کے اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملی۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

تبرکاتِ قائد

قائداعظم کی آخری تقریر

سٹیٹ بنک آف پاکستان کراچی کے افتتاح کی تقریب میں یکم جولائی ۱۹۴۸ء

مسٹر گورنر۔ ڈائریکٹران دولتِ پاکستان بنک۔ خواتین و حضرات!



قائد اعظم سٹیٹ بنک آف پاکستان کی افتتاحی تقریر کر رہے ہیں

دولتِ پاکستان بنک کا افتتاح، مالیات کے میدان میں ہماری خود مختاری کی علامت ہے اور آج یہاں رسمِ افتتاح ادا کرنے کی غرض سے اپنی موجودگی پر مجھے بڑی مسرت ہوئی ہے۔ گذشتہ سال اگست میں پاکستان کے قیام کے ساتھ ساتھ ہمارے اپنے بنک کا قیام قابلِ عمل نہیں سمجھا گیا تھا۔ ایک ایسے ادارے کے وجود میں آنے سے پیشتر جو نوٹ جاری کرنے بینکنگ جیسے فنی اور نازک کام کا ذمہ دار ہو کافی ابتدائی کام ضروری ہے۔ اس تیاری کی غرض سے پاکستانی نظامِ زر اور ریزرو بنک آرڈر ۱۹۴۷ء کے تحت قرار دیا گیا تھا ۳۰ ستمبر ۱۹۴۸ء تک ریزرو بنک آف انڈیا پاکستان میں کرنسی اور بینکنگ کے کام کا ذمہ دار ہو گا۔ بعد میں محسوس کیا گیا کہ ہمارے ملک کا بہترین مفاد اسی میں ہے کہ جتنی جلد ممکن ہو ریزرو بنک کو پاکستان میں اس کے فرائض سے سبکدوش کر دیا جائے۔ چنانچہ حکومت ہند اور ریزرو بنک کی رضامندی سے یہ فرائض ایک پاکستانی ادارے کو منتقل کرنے کی تاریخ تین مہینے قبل مقرر کر دی گئی۔ ساتھ ہی یہ بھی طے پایا کہ ہماری کرنسی اور بینکنگ کے کام کا انتظام کرنے کے لئے کسی دوسرے ادارہ کی بجائے بہتر یہی ہے کہ پاکستان کا ایک مرکزی بنک قائم کیا جائے۔ اس فیصلہ کے بعد پاکستان میں اس کام کے جاننے والوں کے چھوٹے سے گروہ کے پاس ابتدائی امور کی تکمیل کے لئے بہت کم وقت رہ گیا مگر انہوں نے اپنی انتھک کوشش اور سخت محنت سے اپنا کام مقررہ تاریخ تک ختم کر لیا اور یہ ان کے لئے نہایت قابلِ فخر امر ہے۔ میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہم سب ان کی محنت کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

مسٹر گورنر!

جیسا کہ آپ نے تذکرہ کیا ہے، غیر منقسم ہندوستان میں بینکنگ کے کام پر غیر مسلم چھائے ہوتے تھے اور پاکستان سے ان کے چلے جانے سے ہماری نوزائیدہ مملکت کی اقتصادی زندگی میں بہت کچھ خلل واقع ہو گیا ہے۔ تجارت اور صنعت کے نظام کو عمدگی کے ساتھ چلانے کے لئے یہ لازمی ہے کہ غیر مسلموں کے چلے جانے سے جو خلا پیدا ہو گیا ہے اسے بغیر کسی تاخیر کے پُر کیا جائے۔ مجھے یہ معلوم ہو کے خوشی ہوئی کہ پاکستانی افراد کو بینکنگ کی ٹریننگ دینے کی اسکیمیں بنائی گئی ہیں۔ میں ان اسکیموں کی ترقی کو دلچسپی کے ساتھ دیکھتا رہوں گا اور مجھے یقین ہے کہ تمام متعلقہ اشخاص اور ادارے جن میں بینکنگ اور یونیورسٹیاں بھی شامل ہیں ان اسکیموں کو ترقی دینے میں دولتِ پاکستان بنک کے ساتھ اشتراکِ عمل کریں گے۔ بینکنگ ایک نیا اور وسیع میدان ہے جس میں ہمارے نوجوانوں کی ذہانت اپنے پورے پورے جوہر دکھا سکتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بڑی تعداد میں ٹریننگ کی مجوزہ سہولتوں سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے آگے آئیں گے۔ اس طرح وہ نہ صرف اپنے آپ کو فائدہ پہنچائیں گے بلکہ اپنی مملکت کو خوش حال بنانے میں بھی امداد دیں گے۔ دولتِ پاکستان بنک کو ہمارے ملک کی اقتصادی زندگی سدھارنے کے سلسلے میں جو اہم خدمات انجام دینی ہوں گی ان پر مجھے تفصیلی بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس بنک کی زری پالیسی کا پاکستان کے اندر اور بیرونی دنیا کے ساتھ ہماری تجارت اور کاروبار پر براہِ راست اثر پڑے گا اور ہماری اس کے سوا اور کیا خواہش ہو سکتی ہے کہ آپ کی پالیسی سے پیداوار میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہو اور آزادی کے ساتھ تجارت ہو سکے۔ ہمارے موجودہ اقتصادی مسائل پر جنگ کے زمانہ میں جو مالیاتی پالیسی اختیار کی گئی اس کا بڑی حد تک اثر پڑا ہے۔ اخراجاتِ زندگی غیر معمولی طور پر بڑھ جانے سے سماج کا غریب طبقہ جس میں مقررہ آمدنی رکھنے والے لوگ بھی شامل ہیں بری طرح متاثر ہوا اور یہ امر بہت حد تک اس بے چینی

کا موجب ہے جو اس وقت ملک میں پائی جاتی ہے۔ حکومتِ پاکستان کی پالیسی یہ ہے کہ قیمتیں ایسی ہوں جو صارف اور مال تیار کرنے والے دونوں کے لئے منصفانہ ہوں۔ مجھے اُمید ہے کہ اس نازک مسئلہ کو کامیابی کے ساتھ حل کرنے کے لئے آپ اس مہم پر کوشش کریں گے۔

آپ کا شعبہ تحقیقات بینکنگ کے طریقوں کو اسلام کے مقرر کردہ سماجی اور اقتصادی اصولوں کے معیار پر لانے کے سلسلے میں جو کام کرے گا میں اسے بڑی دلچسپی کے ساتھ دیکھتا رہوں گا۔ مغرب کے اقتصادی نظام نے بنی نوع انسان کے لئے ایسے ایسے مسائل پیدا کر دیئے ہیں جو کسی طرح حل ہونے میں نہیں آتے اور ہم میں سے بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا اس وقت جس تباہی سے دوچار ہے اس سے اسے کوئی معجزہ ہی بچا سکتا ہے یہ نظام انسان انسان کے درمیان انصاف کرنے اور بین الاقوامی چپقلش کو رفع کرنے میں ناکام رہا ہے۔ اس کے برعکس یہی نظام پچھلی نصف صدی میں دو عالمگیر جنگوں کا بڑی حد تک ذمہ دار ہے۔ مغربی دنیا جو مشینوں اور صنعتی صلاحیتوں کی مالک ہے اپنی بعض خوبیوں کے باوجود اس وقت جس ابتر حالت میں ہے اس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی لہٰذا ہمارے لئے عوام کو خوش حال اور فارغ البال بنانے کے مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے مغرب کے اقتصادی نظام کے نظری اور عملی طریقے کو اختیار کرنا بے سود ہو گا ہمیں چاہیئے کہ ہم ایک نئی راہِ عمل اختیار کریں اور دنیا کے سامنے ایک ایسا اقتصادی نظام پیش کریں جو انسانی اخوت اور سماجی انصاف کے صحیح اسلامی نظریات پر مبنی ہو، اس طرح ہم اپنی وہ ذمہ داری ادا کر سکیں گے جو ہم پر مسلمان ہونے کی حیثیت سے عائد ہوتی ہے اور عالم انسانی کو امن کا وہ تنہا پیغام دے سکیں گے جو اسے تباہی سے بچا سکتا ہے اور اس کی خوشحالی بہتری اور ترقی کا موجب ہو سکتا ہے۔

خدا کرے کہ دولت پاکستان بنک کو ترقی نصیب ہو اور وہ ان اعلیٰ مقاصد کو پورا کرے جو اس کے سامنے ہیں۔

مسٹر گورنر !

اب میں آخر میں آپ کا، آپ کے رفقائے کار کا اور ان معزز مہمانوں کا جن کی اس تقریب میں موجودگی ان کے جذبہ خیر خواہی کی دلیل ہے اپنے پرجوش استقبال کے لئے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس عزت افزائی کا بھی ممنون ہوں کہ آپ نے دولت پاکستان بنک کے افتتاح کی یہ تاریخی تقریب ادا کرنے کی مجھے دعوت دی۔ مجھے یقین ہے کہ یہ بنک بڑھتے بڑھتے ہمارا سب سے بڑا قومی ادارہ ہو جائے گا اور ساری دنیا میں اپنے فرائض پوری کامیابی کے ساتھ انجام دے گا۔

قائداعظم کا آخری پیغام

ریڈیو پاکستان کراچی سے ۱۴ اگست ۱۹۴۸ء کو نشر ہوا

اھلِ پاکستان !

آج ہم آزادی کی پہلی سالگرہ منا رہے ہیں۔ ایک سال ہوا اہل پاکستان کو کامل اختیارات سونپے گئے تھے اور موجودہ ترمیم شدہ دستور کے تحت حکومت پاکستان نے ملکی معاملات کو اپنے ہاتھوں میں لیا تھا۔ ہم نے سال بھر کے حوادث کا مقابلہ ہمت، عزم اور تدبر سے کیا ہے اور دشمن کے حملوں کا جن کا ذکر اس سے پہلے بار بار کیا جا چکا ہے خصوصاً مسلمانوں کو بہ حیثیت قوم کے ختم کر دینے کے پہلے سے طے کئے ہوئے پروگرام کی روک تھام اور ملکی تعمیر کا اصل کام کر کے ایک حیرت ناک کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ ہمارے تعمیری اور اصلاحی کام کا نتیجہ ہمارے بہترین دوستوں کی توقعات سے بھی بڑھ چڑھ کر نکلا میں آپ سب کو وزیراعظم کی قیادت میں اپنے وزراء کو دستور ساز اسمبلی اور مجالس قانون ساز کے ارکان کو، مختلف انتظامی محکموں کے افسروں اور دفاعی فوجوں کے ارکان کو ان کارناموں پر جو انہوں نے اس تھوڑے سے عرصے میں انجام دیئے ہیں مبارکباد دیتا ہوں اور میں اہل پاکستان کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ہماری ہر کوشش میں ہمارا ساتھ دیا اور صبر و تحمل کا ثبوت دیا جو ہم نے پہلے سال کے پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کی۔

لیکن یہی کافی نہیں ! یاد رکھئے کہ پاکستان کا قیام دنیا کی تاریخ میں ایک بے نظیر واقعہ ہے۔ یہ دنیا کی عظیم ترین اسلامی ریاستوں میں سے ہے اور جوں جوں وقت گزرتا جائے گا مملکتِ پاکستان سال بہ سال اپنے عظیم الشان فرائض انجام دیتی رہے گی بشرطیکہ ہم ایمانداری، تن دہی اور بے غرضی سے اس کی خدمت کرتے رہیں۔ مجھے اپنے عوام پر پورا پورا اعتماد ہے کہ وہ ہر صورتِ حال سے اسی طرح عہدہ برآ ہوں گے جو ہماری گذشتہ اسلامی تاریخ کی شان و شوکت اور روایات کے شایانِ شان ہو گا۔

ان لاکھوں مہاجرین کی داستان جنہیں ہماری سرحد کے اس پار اپنے گھروں کو چھوڑ کر پاکستان میں پناہ لینی پڑی سب کو معلوم ہے۔ یہ المناک حادثہ اس وقت پیش آیا کہ ابھی ہماری نئی مملکت کو اپنے پاؤں جمانے کا مشکل سے وقت ملا تھا اور فی الواقعہ اس کی لپیٹ میں بہت سے وہ لوگ بھی آ گئے جنہیں سرکاری ملازموں کی حیثیت سے خود حکومت کی انتظامی مشینری کو قائم کرنا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ اپنے ان بے گھر اور ستم رسیدہ بھائیوں کے لئے جو کچھ کرنا چاہتے تھے وہ نہیں کیا جا سکا۔ ان میں سے بہت سے لوگ ابھی تک بہت سی مشکلات سے دوچار ہیں لیکن محض یہ واقعہ کہ مہاجرین کی ایک بڑی تعداد اپنے نئے گھروں میں ایک نئی مسرور زندگی کی امید کے ساتھ آباد کر دی گئی ہے کوئی معمولی کارنامہ نہیں ہے، اگر اہل پاکستان اخوت کے اس جذبہ کا اظہار نہ کرتے جو انہوں نے کیا۔

پاکستان کے وجود میں آتے ہی دیگر ذرائع سے اس کا گلا گھونٹنے کی تدبیروں میں ناکام ہو کر ہمارے دشمنوں کو یہ آس تھی کہ ان کا دلی منشا اقتصادی چالبازیوں سے پورا ہو جائے گا۔ ان تمام دلائل سے کام لے کر جن کی تہہ میں محض عداوت اور کینہ پروری کام کر رہی تھی انہوں نے یہ پیش گوئی کی کہ پاکستان کا دیوالہ نکل جائے گا لیکن یہ جھوٹے نجومی اپنی چالوں میں ناکام رہے۔ ہمارے پہلے بجٹ میں بچت ہوئی اور توازن تجارت ہمارے حق میں ہے۔ اس کے ساتھ اقتصادی میدان میں بھی ہم نے ہمہ گیر اور مسلسل ترقی کی ہے۔ کسی مملکت کی تاریخ میں ایک سال کا عرصہ اس کے کارناموں کا جائزہ لینے اور اس کے مستقبل کا اندازہ لگانے کے لئے بہت مختصر ہے لیکن جس طرح ہم نے زبردست مشکلات پر قابو پایا ہے اور گذشتہ بارہ مہینوں میں جو ٹھوس ترقی کی ہے اس کی بناء پر ہم یہ اُمید کرنے میں حق بجانب ہیں کہ ہمارا مستقبل شاندار ہو گا۔ جہاں تک مرکزی حکومت کا تعلق ہے ہمیں انتظامی معاملات



قائد اعظم آخری پیغام نشر فرما رہے ہیں

بالکل نئے سرے سے شروع کرنے پڑے۔ مغربی پنجاب میں یہ صورتِ حالات پیش آئی کہ پاکستان قائم ہوتے ہی وہاں کا نظامِ حکومت تقریباً درہم برہم ہونے والا تھا۔ لیکن مجھے خوشی ہے کہ ہم نے ان تمام امور کا جو ہماری یک جہتی کے لئے خطرہ بنے ہوتے تھے کامیابی سے مقابلہ کیا اور وقت کے بعض بڑے بڑے مسائل کے بارے میں حکومتِ پاکستان نے نہ صرف اپنا عزم بالجزم ظاہر کیا بلکہ اس امر کا بھی ثبوت دیا کہ وہ ان مختلف عالمگیر مسائل سے بھی کامیابی کے ساتھ عہدہ برآ ہو سکتی ہے جو وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے رہے ہیں۔

قدرت نے آپ کو سب کچھ بخشا ہے۔ آپ کے وسائل لامحدود ہیں۔ آپ کے ملک کی بنیاد رکھی جا چکی ہے۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ اس بنیاد پر جلد سے جلد اور بہتر سے بہتر عمارت تعمیر کریں۔ لہٰذا بڑھتے چلے جائیے خدا آپ کا حامی و ناصر ہو۔

پاکستان زندہ باد

قائد اعظم کا آخری ہفتہ

(کرنل الٰہی بخش معالج خاص)

تین ستمبر کی شام کو جب ہم قائد اعظم کے پاس پہنچے تو وہ معمول سے زیادہ کمبل اوڑھے ہوتے تھے۔ صبح کے وقت چند گھنٹوں کے لئے انہیں سردی لگی تھی لیکن بعد میں سردی کا احساس جاتا رہا۔ ڈاکٹر شاہ نے آپ کا ٹمپریچر لیا اور مجھے بڑی پرمعنی نظروں سے دیکھتے ہوتے تھرمامیٹر میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے دیکھا تو ۹۹ ٹمپریچر تھا۔ قائد اعظم کا ٹمپریچر معمولاً صبح ۹۶ اور شام کو ۹۷ء۶۵ درجے سے شاذ ہی چڑھتا تھا۔ پانچ ہفتوں کی تسلی بخش صحت کے بعد حرارت کا یوں یکایک بڑھ جانا بہت تشویشناک تھا۔ چنانچہ بڑی احتیاط سے ان کا معائنہ کیا۔ مختلف طریقوں سے دیکھا بھالا لیکن پھر بھی بخار کا سبب دریافت نہ کر سکے۔ یہ خیال کرتے ہوتے کہ شاید یہ حرارت زکام یا کسی اور معمولی شکایت کا باعث ہو ہم نے بخار کا معمولی مکسچر تجویز کیا اور خوراک

عالم نیم بے ہوشی میں بھی وہ کشمیر کو نہیں بھولے۔ ڈاکٹر دوائیں پلانے کے بعد صحت کے نتیجے کا انتظار کرتے تھے اور قائداعظم ہر مرتبہ ہوش میں آنے کے بعد کشمیر کی بابت سوال کرتے تھے۔ کتنا اہم ہے کشمیر ہمارے لئے کہ قوم کا روحانی باپ زندگی کی آخری گھڑیوں میں اپنے لئے کچھ نہیں کہتا، رشتہ داروں اور بہن بھائیوں کے لئے کچھ نہیں کہتا دوستوں کے لئے کچھ نہیں کہتا بلکہ صرف ایک ہی سوال بار بار کرتا ہے اور وہ ہے کشمیر کا معاملہ۔ ساری قوم کا معاملہ۔ پاکستان کی زندگی اور موت کا معاملہ۔

کرنل الٰہی بخش جو حضور قائداعظم کے خاص معالج تھے اور آخری سانس تک ان کے پاس رہے۔ ایک بیان میں فرماتے ہیں کہ :-

ہی موجودہ حالات کے مطابق رد و بدل کر دیا۔

اگلے روز ۴ ستمبر کو ٹمپریچر دن بھر نارمل ہی رہا لیکن شام کو بڑھ کر ۹۹٫۶۸ درجے ہو گیا۔ اب میں نے ضروری سمجھا کہ رات کی نرس رکھنے پر زور دوں۔ انہوں نے مسکرا کر کہا۔ کیا یہ مشورہ مس جناح کے اشارے سے دیا جا رہا ہے؟ میں نے کہا تجویز تو مس جناح ہی کی ہے لیکن خود میں بھی آپ کے لئے نرس ضروری سمجھتا ہوں۔ کیونکہ رات کے وقت نرس کا نہ ہونا تشویش سے خالی نہیں۔ وہ بڑے صبر سے میری بات سنتے رہے اور جب میں نے بات ختم کر لی تو فرمایا۔" نرس کے بارے میں مجھے آپ سے اتفاق نہیں۔ میری حالت اتنی خراب نہیں ہے آپ یوں ہی فکر کر رہے ہیں۔" میں نے یہ کہہ کر اعتراض رفع کرنا چاہا کہ نرس رات کو آپ کی خوابگاہ میں نہیں رہا کرے گی بلکہ ساتھ والے ڈریسنگ روم میں موجود رہے گی تاکہ بشرط ضرورت بلائی جا سکے۔ لیکن وہ برابر یہ کہہ کر انکار کرتے رہے، اگر ایسی ہی ضرورت ہوئی تو بڑی آسانی سے گھنٹی بجا سکتا ہوں۔ ایک ملازم رات بھر کمرے کے باہر ہی جاگتا رہتا ہے وہ آجایا کرے گا۔ یہ سن کر میں چپ رہا کمرے کے باہر مجھے مس جناح ملیں اور میں نے انہیں اپنی ناکامی کا حال سنایا ہمیں خدشہ تھا کہ اگر رات کو کچھ ہو گیا تو ساری دنیا ہمیں ذمہ دار ٹھہرائے گی۔ اس لئے ہم چاہتے تھے کہ اپنے خود سر مریض کو کسی طرح رام کریں مجھے ایک نہایت عمدہ ترکیب سوجھی۔ اگلی صبح میں نے سول سرجن سے پوچھا کہ آپ کے پاس کوئی اچھی نرس ہے جو رات کی ڈیوٹی ادا کر سکے۔ اتفاق سے ایک نرس جو نہ صرف محنتی تھی بلکہ ہوشیار بھی تھی، ریلوے ہسپتال میں موجود تھی۔ ہم نے اسے تیار رہنے کو کہا تاکہ جب ریذیڈنسی میں اس کی ضرورت محسوس ہو تو بلا توقف پہنچ جائے۔ جب میں قائداعظم سے ملا تو کھلم کھلا اعلان کر دیا کہ ایک نرس کا انتظام کر لیا گیا ہے اور وہ جلد ہی خدمت کے لئے حاضر ہو جائے گی۔ میں قائداعظم کو غور سے دیکھتا رہا کہ ان پر اس بات کا کیا اثر ہوتا ہے لیکن انہوں نے بس اتنا ہی کہا۔ اچھی بات ہے۔ اگر وہ اتنی ہی اچھی ہے جیسی دن کی نرس تو مجھے کوئی عذر نہیں۔ میں نے اطمینان کا سانس لیا اور یہ دیکھ کر کہ دن والی نرس بھی سن رہی ہے کہا "میرا خیال ہے کہ وہ اگر اس سے بہتر نہ ہوئی تو کم از کم اس جیسی ضرور ہو گی"۔ میں نے بڑے فاتحانہ انداز سے مس جناح کو اپنی کامیابی کا حال سنایا اور فوراً جا کر نرس لے آیا۔

۵ ستمبر کی صبح کو قائداعظم کا ٹمپریچر پھر نارمل تھا۔ ڈاکٹر شاہ اور میرے طبی معائنہ سے یہ پتہ نہ چل سکا کہ شام کو حرارت کیوں ہو جاتی ہے سوائے اس کے کہ ان کے بلغم میں کسی قدر اضافہ ہو گیا تھا۔ رات کو انہیں زیادہ کھانسی نہیں آئی تھی اور ان کا خیال تھا بلغم زیادہ تر ناک کے پچھلے حصے اور گلے سے جاری ہے۔ ان کی ناک بند رہنے کے باعث انہیں یہ مشورہ دیا گیا تھا کہ وہ ایک قسم کا تیل ناک میں لگاتے رہیں۔ ہم نے ایک بار پھر ان کی بلغم اور خون وغیرہ کی تفتیش کرنی چاہی۔ ان کی ایکسرے تصویر صرف بستر علالت پر لی جا سکتی تھی۔ چنانچہ ہم نے ڈاکٹر عالم کو بلانے کا پھر انتظام کیا جو اپنے آلات سمیت لاہور جا چکے تھے۔ غلام احمد نے جو ابھی یہیں تھے تفتیش شروع کی۔ شام کے وقت انہوں نے ہمیں اپنے نتائج سے آگاہ کیا جن سے پتہ چلا کہ بلغم میں نمونیہ کے جراثیم اور خون میں سخت متعدی جراثیم موجود ہیں۔ خون کے معائنہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سرخ ذرات میں پچھلے پندرہ دنوں سے جب کہ ان کے خون کا معائنہ کیا گیا تھا اور اضافہ ہو گیا ہے۔ اس مختصر عرصہ میں خون کی یہ اصلاح بتلا رہی تھی کہ اصل بیماری بھی دور ہو رہی ہے کیونکہ بیماری کے دوران میں نیا خون ذرا دیر سے پیدا ہوتا ہے۔

خواہ مقوی دوائیں کیوں نہ دی جائیں لیکن نمونیہ کے متعدی جراثیم کا ایک ایسے وقت پر ظاہر ہونا جب کہ مریض ہماری توقع کے خلاف اچھا ہو رہا ہو بہت بڑے صدمہ کی بات تھی۔ اگرچہ بعض مجرب دواؤں کے ایجاد سے نمونیہ کا علاج بڑا آسان ہو گیا ہے پھر بھی مریض کی عمر، اصل بیماری کے اثرات اور اونچے مقام کی مضر آب و ہوا مریض کی صحت یابی کے خلاف تھی۔ ایک اور مشکل بیماری کی نسبت مریض کا اپنا رویہ تھا۔ زیارت میں ہمارے کہنے سے وہ ہفتے تک دن میں دو بار ٹیکہ لگواتے رہے لیکن ہمیں ڈر تھا کہ کہیں قائداعظم تین تین گھنٹے کے وقفے پر نئی دوا کے ٹیکے لگوانے سے انکار نہ کر دیں۔ ایک اور موثر دوا انہیں راس نہ آنے کی وجہ سے نہیں دی جا سکتی تھی۔ اس کے علاوہ گردوں کی کمزوری کے باعث دوا کی پوری خوراک بھی نہیں دے سکتے تھے۔

مس جناح کو یہ سب کچھ بتا کر ہم قائداعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کی عام حالت بدستور تھی لیکن آنکھوں میں چمک تھی اور چہرہ دمکا ہوا تھا۔ انہیں دیکھ کر جو شبہ دل میں پیدا ہوا تھا ماہٹر کے ذریعے اس کی تصدیق ہو گئی۔ ان کا ٹمپریچر ۱۰۰ درجے سے کچھ ہی کم نکلا۔ نبض بھی ٹمپریچر کے لحاظ سے زیادہ تیز چل رہی تھی اور کبھی کبھی ڈوب جاتی تھی۔ اپنی تحقیقات کے نتائج سے آگاہ کر کے ہم نے کہا کہ نمونیہ کے جراثیم کے باعث آپ کو پھیپھڑوں کی متعدی بیماری ہے۔ خوش قسمتی سے نئی مجرب دوائیں اس کے لئے تیر بہدف ہیں۔ قائداعظم ہماری تشخیص سے چنداں فکرمند نہ ہوئے اور انہوں نے پوچھا اب کیا ارادہ ہے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ ہم نئی دوا کے ٹیکے لگانے

کا ارادہ رکھتے ہیں تو انہوں نے پہلے پہل یہ کہہ کر رد کر دیا کہ ایک دن اور انتظار کر کے دیکھ لیا جائے کہ ٹمپریچر کتنا رہتا ہے لیکن ہمارے اصرار پر آخر ٹیکہ لگوانے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ لیکن وہاں دوا کی جو قسم درکار تھی وہ ختم ہو چکی تھی اور ہم عام قسم کی دوا استعمال کرنا نہیں چاہتے تھے جو اس وقت موجود تھی۔ سول سرجن نے ہمیں بتایا کہ مطلوبہ دوا ہمیں ایک مقامی دوا فروش کی دکان سے مل جائے گی۔ لیکن وہاں بھی نہ ملی۔ مجبوراً ہم نے فیصلہ کیا کہ دوا کی جو قسم بھی دستیاب ہے اسے ہی استعمال کر کے دیکھیں۔ چنانچہ رات کے ساڑھے دس بجے ڈاکٹر شاہ نے انہیں پہلا ٹیکہ لگایا۔ ٹیکے سے قائداعظم کو کافی تکلیف ہوئی لیکن کوئی منٹ بھر میں جاتی رہی۔ ہم سے ان کی معمولی تکلیف بھی دیکھی نہیں جا سکتی مگر ٹیکے دیئے بغیر چارہ نہ تھا۔

خوش قسمتی سے اگلے دن ہمیں دوا کی جو قسم ہم چاہتے تھے وہ مل گئی اور ہم نے معمولی قسم کی دوائی کا استعمال چھوڑ دیا۔ نئی دوا سے قائداعظم کو کوئی تکلیف نہ ہوتی تھی اور وہ بلا تامل ٹیکہ لگوا لیتے تھے۔

چھ تاریخ کی صبح کو ان کا ٹمپریچر نارمل ہو گیا لیکن شام تک پھر بڑھ گیا۔ قائداعظم نے اس پر بھی کوئی شکایت نہ کی اور جب کبھی ان سے پوچھا گیا تو یہی جواب دیا کہ حالت میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوئی۔ نہ کھانسی بڑھی تھی نہ بھوک کم ہونے کی کوئی اور علامت نظر آتی تھی۔

سات تاریخ کو جب بلغم کا معائنہ کیا گیا تو اس میں نمونیہ کے جراثیم نہیں نکلے اور ہم دعا مانگتے رہے کہ شام تک ٹمپریچر نہ بڑھنے پائے لیکن بارہ بجے کے قریب ایک اور پیچیدگی پیدا ہو گئی۔ انہیں تھوڑا تھوڑا پیشاب بار بار آنے لگا۔ جسم کی کپکپی سی محسوس ہوتی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ ٹمپریچر بھی بڑھ گیا۔ حبس کی تکلیف نے انہیں اتنا پریشان کیا کہ ساری کھڑکیاں کھلوا دیں اور بجلی کا پنکھا منگوا لیا۔

اے ڈی سی نے مجھے ٹیلی فون کیا اور میں ڈاکٹر شاہ کو ساتھ لے کر ریذیڈنسی پہنچا۔ ہم نے قائداعظم کا معائنہ کیا اور پھر آکسیجن دینی شروع کی جو کہ میں نے احتیاطاً ریذیڈنسی میں رکھ چھوڑی تھی۔ آکسیجن سے نفس کو فائدہ ہوا اور بے چینی میں کافی کمی ہوئی۔

قائداعظم کی حالت اب ہمارے نزدیک تشویشناک ہو گئی تھی۔ چنانچہ ہماری رائے ہوئی کہ بعض دوسرے (خصوصاً غیر ممالک کے) ڈاکٹروں سے مشورہ کیا جائے۔ محترمہ فاطمہ جناح نے ہم سے اتفاق کیا۔ میں نے مشورہ کی غرض سے لندن کے دو مشہور ڈاکٹروں کا نام تجویز کیا۔ انہیں خیال آیا کہ شاید قائداعظم انہیں بلانا پسند نہ کریں کیونکہ انہیں لندن کے ڈاکٹروں کا ۱۹۳۴ء میں تلخ تجربہ ہو چکا تھا۔ ان سے بیماری کی صحیح تشخیص نہ ہو سکی تھی اور قائداعظم کو جرمنی جا کر دوسرے ڈاکٹر سے مشورہ کرنا پڑا تھا تب کہیں جا کر صحیح تشخیص ہوئی تھی۔ لہٰذا محترمہ فاطمہ جناح نے تجویز کیا کہ کسی امریکن یا جرمن ڈاکٹر کو بلایا جائے۔ چونکہ میں لندن کے ڈاکٹروں سے ہی واقف تھا میں نے ان کے حق میں رائے دی۔ ڈاکٹر شاہ نے ایک امریکن ڈاکٹر کا نام تجویز کیا جسے وہ اچھی طرح جانتے تھے اور محترمہ فاطمہ جناح نے اسے بھیجنے کے لئے مسٹر اصفہانی کو تار دلوا دیا۔ تار میں لکھ گیا تھا کہ قائداعظم کی حالت نازک ہے اور دو ڈاکٹر جن میں سے ایک کا نام لکھا جا رہا ہے ایک خاص ہوائی جہاز سے فوراً روانہ کر دیئے جائیں۔ ہمارا خیال تھا کہ مسٹر اصفہانی کو یہ تار سات تاریخ کی شام کو مل جائے گا اور اگر وہ ان ڈاکٹروں سے فوراً بات کر سکے تو چوبیس گھنٹے کے اندر اندر امریکہ سے روانہ ہو سکیں گے اور غالباً اڑتالیس گھنٹے میں یعنی ۱۰ ستمبر تک کوئٹہ پہنچ جائیں گے۔ قائداعظم کو اس کارروائی کی اطلاع نہیں دی گئی تھی کیونکہ ہمیں ڈر تھا کہ وہ اسے پسند نہ فرمائیں گے۔ شام کے وقت قائداعظم کا بخار اور بڑھ گیا۔ گردوں کی سوجن کے لئے ایک نئی دوا کے ٹیکے لگانے شروع کر دیئے گئے۔

آٹھ ستمبر کو میں نے محترمہ فاطمہ جناح کو کہا کہ امریکن ماہرین کے پہنچنے میں ممکن ہے کچھ دیر لگ جائے اس لئے ایک اور ڈاکٹر کو مشورے میں شریک کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ کچھ دیر بحث کے بعد ہم نے کراچی سے ڈاکٹر ایم اے مستری کو بلوانے کا فیصلہ کیا۔ ہمیں یقین نہ تھا کہ قائداعظم ایکسرے معائنہ پر رضامند ہو جائیں گے لیکن پھر بھی ہمت کر کے ان کی اجازت کے بغیر ڈاکٹر مستری کو بلا ہی لیا گیا۔ اس دن ٹمپریچر اور بڑھ گیا۔ محترمہ فاطمہ جناح نے مجھے رات کے کھانے پر رکنے کے لئے کہا لیکن میں ان سے اجازت لے کر گھر چلا گیا۔ میں ضرورت کے وقت موجود رہنے کے خیال سے کھانا کھا کر فوراً ریذیڈنسی واپس لوٹ آیا اور ساڑھے گیارہ بجے تک محترمہ فاطمہ جناح سے باتیں کرتا رہا۔ اس کے بعد وہ اٹھ کر چلی گئیں اور میں نچلی منزل میں ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ میرا سونے کا کمرہ اوپر کی منزل میں تھا لیکن اس خیال سے کہ نرس کو اچانک میری ضرورت نہ پڑ جائے میں جاگتا رہا اور کچھ رسالے نکال کر پڑھنے لگا آدھی رات کے قریب مجھے قدموں کی چاپ سنائی دی جیسے کوئی بڑی تیزی سے نیچے اتر رہا ہے۔ یہ سمجھ کر کہ نرس نے ملازم کو مجھے بلانے کے لئے بھیجا ہے میں تیزی میں کمرے سے باہر نکلا لیکن خدا کا شکر ہے کہ ملازم میری طرف نہیں آیا۔ اس کے بعد میں رسالہ میں محو ہو گیا اور کہیں دو بجے جا کر اپنی خواب گاہ میں گیا لیکن سونے سے پہلے ایک بار قائداعظم کی حالت دیکھنے کے لئے گیا۔ نرس سے معلوم ہوا کہ وہ بے چین ہیں اور محترمہ فاطمہ جناح بے چینی بڑھنے پر اپنے ہاتھ سے ان کو آکسیجن پہنچاتی ہیں۔ آکسیجن لینے کے بعد انہیں ایک آدھ گھنٹے کے لئے غنودگی آ جاتی ہے۔ ڈاکٹر غلام محمد جنہیں میں نے ریذیڈنسی میں ٹھہرا لیا تھا تاکہ ضرورت کے وقت میری مدد کریں میرے ساتھ والے کمرے میں سو رہے تھے۔ تین بجے تک مجھے نیند نہیں آئی۔

دوسرے دن یعنی ۹ ستمبر کو صبح سویرے ہی اٹھ بیٹھا اور قائداعظم کی صحت کے لئے دعا کی۔ اس کے بعد تیز چائے کی پیالی پی جس سے طبیعت کچھ چونچال ہوئی۔ اس ملازم کے ہاتھ جو میرے لئے چائے اور محترمہ فاطمہ جناح کی طرف سے ناشتہ کرنے کا پیغام لے کر آیا تھا میں نے باورچی سے فرنچ آملیٹ بنانے کی فرمائش کی اور جتا دیا کہ اس میں ایک صحت مند جوکے آدمی کی رعایت رکھی جائے۔ ناشتہ میرے کمرے میں چنا گیا اور میں لذیذ آملیٹ اور سیاہ کافی سے خوب لطف اندوز ہوا۔ ناشتہ کے بعد میں نے جا کر قائداعظم کی حالت معلوم کی۔ ٹمپریچر نارمل تھا لیکن عام حالت میں کوئی نمایاں فرق نہیں آیا تھا۔ صرف کمزوری تھی جو بخار اور کم خوراک کی وجہ سے ہو گئی تھی۔ پیشاب کی تکلیف کم تھی لیکن اس کی مقدار میں کوئی اضافہ نہیں ہوا تھا۔ نرس سے معلوم ہوا کہ محترمہ فاطمہ جناح تقریباً ساری رات جاگتی اور اپنے بھائی کے کمرے میں بار بار جھانکتی رہیں۔ اور جب دیکھتی تھیں کہ بے چینی بڑھ گئی ہے تو خود آکر آکسیجن پہنچاتی تھیں۔ میں ان کی اس محبت اور



قائداعظم کی آخری تصویر

قائداعظم کی یہ تصویر "ماہِ نو" کے فوٹوگرافر نے کھینچی تھی۔ تصویر میں محترمہ فاطمہ جناح۔ آنریبل خواجہ شہاب الدین کے علاوہ میاں ارشد حسین ہیں جو قائداعظم کے ساتھ مصافحہ کر رہے ہیں۔

خدمت کے پاکیزہ جذبے سے بہت متاثر ہوا۔ یہ بڑی حیرت کی بات تھی کہ دبلا پتلا ہونے کے باوجود کس طرح وہ مسلسل دن رات تیمار داری کے سخت فرائض انجام دے رہی تھیں۔

ڈاکٹر مستری ۹ ستمبر کی صبح کو یہاں پہنچے۔ ۱۹۳۱ء کے بعد یہ میری ان سے پہلی ملاقات تھی۔ اس سال گائز ہسپتال لندن میں ہم دونوں نے ایک ساتھ ایم۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی تھی۔ وہ جے جے ہسپتال بمبئی میں فزیشن تھے اور کچھ دن سے ڈو میڈیکل کالج کراچی میں اعزازی پروفیسر کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ میں نے انہیں بیماری کا مکمل حال سنایا اور یہ بھی بتایا کہ اب تک ہم کیا کرتے رہے ہیں۔ اس کے بعد انہیں قائداعظم کی خدمت میں لے گیا مریض کو دیکھنے کے بعد انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ جو کچھ مناسب اور ممکن تھا وہ ہوتا رہا ہے اور کسی مزید کارروائی کی گنجائش نہیں ہے۔ ان کے نزدیک امریکن ڈاکٹر بھی اس کے علاوہ کچھ اور نہ کر سکیں گے۔ ہم نے محترمہ فاطمہ جناح کو اپنی متفقہ رائے بتا دی۔ شام کے وقت قائداعظم کا ٹمپریچر نارمل سے ذرا زیادہ رہا لیکن عام حالت میں کوئی نمایاں فرق نہیں پڑا تاہم قائداعظم نے ریڈیو پر خبریں سننے کی خواہش ظاہر کی۔

دو چار دن سے قائداعظم کشمیر کے خیال میں غلطاں و پیچاں تھے۔ ایک بار جب تیز حرارت اور بے چینی کے عالم میں مس جناح نے آپ کو اسی مسئلہ کے متعلق بڑبڑاتے سنا۔ ایک اور موقع پر ایسی ہی حالت میں وہ بہکتے سنے گئے۔ "کشمیر کمیشن کو آج مجھ سے ملنا تھا وہ اب تک کیوں نہیں آئے؟ کہاں چلے گئے؟" ان کے ہذیان سے ہم فکرمند ہو گئے لیکن ساتھ ہی کشمیر سے ان کی قلبی وابستگی نے ہمیں بے حد متاثر کیا۔ آخری دم تک کشمیر کی فکر بدستور ان کے افکار و احساسات پر حاوی رہی اور وہ اسی ادھیڑبن میں رہے۔

ایک دن مسٹر امین نے آ کر ایک بہت اہم شخص کیلئے قائداعظم سے ملنے کی اجازت مانگی جو اسی وقت خاص ہوائی جہاز سے پہنچے تھے۔ میں نے جواب دیا کہ میرے نزدیک قائداعظم کی جان سے زیادہ کوئی بات اہم نہیں ہے اور میں کسی کو ان سے ملاقات کی اجازت نہیں دے سکتا۔

مسٹر امین ایک بار پھر یہی درخواست لے کر آئے اور کہنے لگے کہ اس ملاقاتی کو ایک بہت بڑے معاملے میں قائداعظم سے گفتگو کرنی ہے۔ میں نے نام پوچھا تو امین صاحب نے کہا کہ یہ راز کی بات ہے اور میں اسے افشا نہیں کر سکتا۔ میں نے اس دفعہ بھی انکار کر دیا۔ قائداعظم کی وفات کے بعد جب مجھے ان صاحب کا نام معلوم ہوا تو میں نے بڑا شکر ادا کیا کہ ملاقات نہ ہونے دی۔ اس گفتگو سے قائداعظم کی صحت پر بہت بُرا اثر

پڑتا اور شاید اس کے صدمے سے جانبر نہ ہوتے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس ملاقات سے سیاسی حالات کی رفتار پر کیا اثر پڑتا۔ کیونکہ کسی کو علم نہیں کہ قائداعظم اس ملاقاتی کو کیا مشورہ دیتے۔ میرا تو اس واقعہ سے صرف ڈاکٹر کی حیثیت سے سروکار تھا اور میں نے وہی کیا جو اپنے مریض کے حق میں مناسب سمجھا تھا۔

چار بج کر پندرہ منٹ پر ہم ماری پور کے ہوائی اڈے پر اترے اور ہمارا بوجھ ہلکا ہوا۔ جونہی جہاز میں سے نکلا تو گورنر جنرل کے ملٹری سیکرٹری کرنل نولیز کو ایمبولینس کار لئے کھڑے پایا۔ لیکن ان کے ساتھ کوئی بھی نرس نہ تھی۔ کراچی میں گرمی تھی مگر تیز ہوا چل رہی تھی اس لئے شدت محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ جہاز کے اندر چونکہ حبس تھا ہم نے فوراً قائداعظم کو لے جا کر ایمبولینس میں لٹا دیا۔ مس جناح اور نرس جو کوئٹہ سے ساتھ آئی تھی ایمبولینس میں بیٹھ گئیں، اور ڈاکٹر مستری، ملٹری سیکرٹری اور میں گورنر جنرل کی موٹر کار میں ان کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔ ہوائی اڈے سے گورنر جنرل کی قیام گاہ نو دس میل تھی۔ ہم نے یہ فاصلہ نہایت سست رفتاری سے طے کیا۔

ہم نے ابھی بمشکل چار میل طے کئے ہوں گے کہ ایمبولینس رک گئی۔ معلوم ہوا کہ انجن میں خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ ڈرائیور نے ہمیں یقین دلایا کہ وہ اسے جلد درست کر لے گا لیکن کوئی بیس منٹ تک وہ مصروف رہا لیکن گاڑی پھر بھی نہ چل سکی۔ مس جناح نے ملٹری سیکرٹری کو نئی گاڑی لانے کے لئے روانہ کیا۔ ڈاکٹر مستری ان کے ہمراہ گئے۔

ایمبولینس میں حبس تھا۔ نرس اور ملازم پنکھا ہلا رہے تھے لیکن قائداعظم کو پھر بھی پسینہ آ رہا تھا۔ ہم نے سوچا کہ انہیں کسی اور کار میں لے جائیں لیکن اس میں سٹریچر نہیں رکھا جا سکتا تھا اور وہ کمزور اتنے تھے کہ پچھلی سیٹ پر ٹیک نہیں لگا سکتے تھے اور پھر پسینے سے ان کے کپڑے بھیگ چکے تھے پھر باہر ہوا بھی تیز چل رہی تھی اور انہیں ہوا بھی لگ جانے کا اندیشہ تھا۔ جونہی میں نے ان کا معائنہ کیا تو سخت خوف زدہ ہوا۔ ان کی نبض نحیف اور بے قاعدہ ہوتی جا رہی تھی۔ میں ٹرک کی طرف دوڑا اور تھرمس لے آیا۔ اس میں گرم چائے تھی۔ مس جناح نے انہیں فوراً پیالہ بھر چائے پلائی۔ انہوں نے بتلایا کہ دن بھر میں پہلی مرتبہ انہوں نے اب غذا لی وہ اب تک انکار کرتے آتے تھے اور صرف پھلوں کا رس ہی صرف دو ایک بار چکھا تھا۔ میں نے مس جناح سے کہا کہ صورت حال امید افزا ہے۔ ایمبولینس کی خرابی تکلیف دہ تھی ورنہ اس کے علاوہ تمام باتیں مریض کے حق میں تھیں اور اس صورت میں جب کہ وہ ہوائی جہاز کا سفر سہار چکے تھے۔ یہ کتنا بڑا المناک حادثہ ہوتا اگر وہ برلب سڑک ہی جاں بحق ہو جاتے۔ نہایت بے چینی سے میں نے پھر ان کی نبض کو محسوس کیا۔ چائے کے ایک پیالے نے انہیں بحال کر دیا تھا۔ خوش قسمتی سے نبض باقاعدہ ہو گئی تھی۔ میں شہر کی طرف نظر جمائے تھا لیکن ایمبولینس آنے کی کوئی علامت نہ تھی۔ بہت سے ٹرک اور موٹریں ہمارے پاس سے گزر رہے تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی ہمارے کام کا نہ تھا۔ آخر کار اس اذیت بخش طویل وقفہ کے بعد ایمبولینس آن پہنچی اور ہم نے فوراً قائداعظم کو اس میں بٹھایا اور آگے بڑھے۔ اس ایمبولینس پر گورنر جنرل کا جھنڈا نہیں لہرا رہا تھا اس لئے کسی کو معلوم نہیں ہوا تھا کہ قائداعظم اس خطرناک حالت میں کراچی کی سڑکوں پر سے گزر رہے تھے۔

چھ بج کر دس منٹ پر ہم اپنی منزل مقصود پر پہنچے یعنی ماری پور ہوائی اڈے پر اترنے کے تقریباً دو گھنٹے بعد۔ ہمارے اطمینان قلبی کا اندازہ نہیں ہو سکتا جو سفر کے بخیریت طے پا جانے پر ہمیں نصیب ہوا جو شاید ایک المناک حادثہ کی شکل اختیار کر لیتا۔

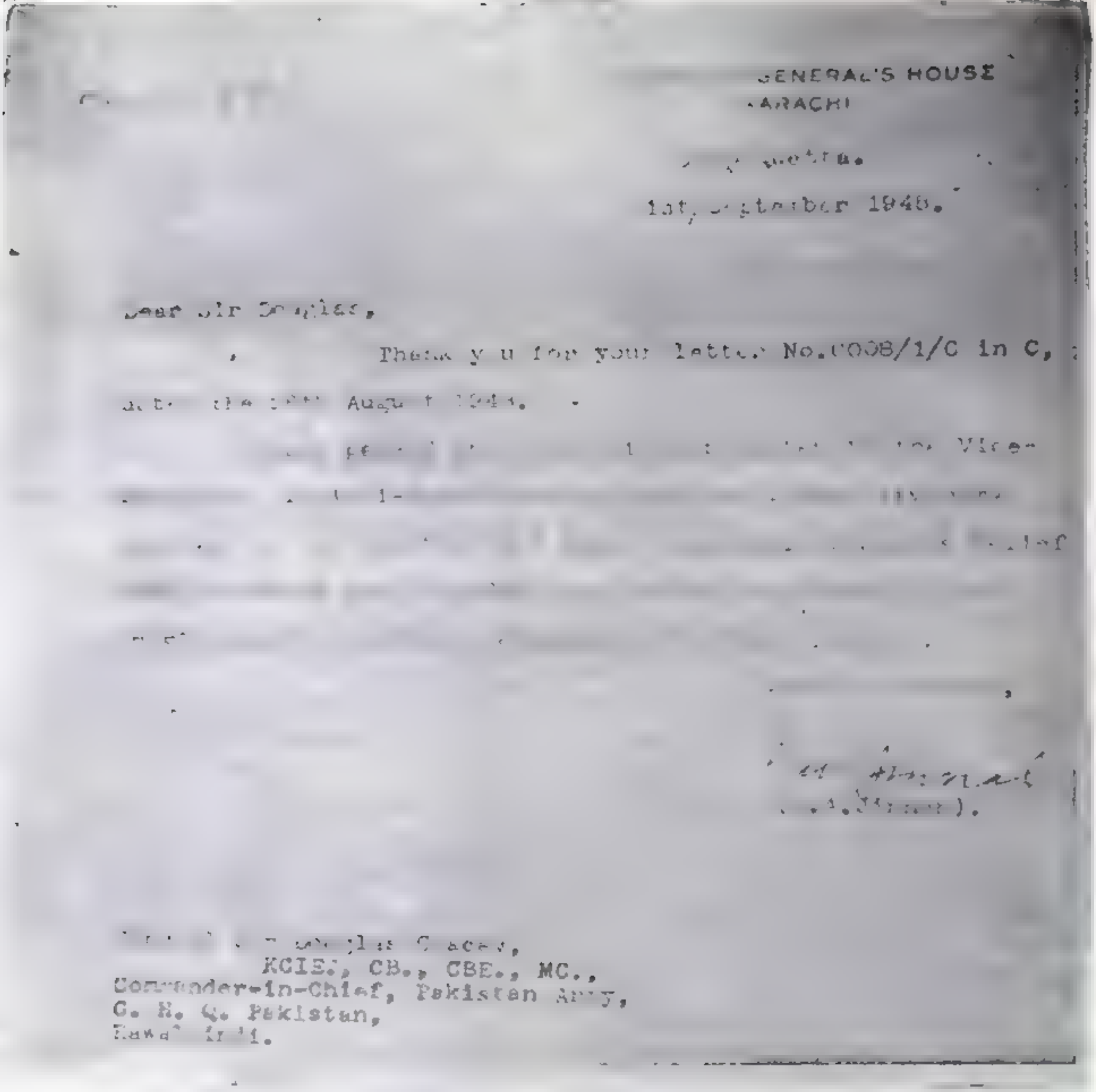
ایمبولینس قائداعظم کے کمرے کے دروازے کے عین سامنے رک گئی اور انہیں سٹریچر پر لٹا دیا گیا۔ نرس نے ان کی حرارت دیکھی اور نبض کو محسوس کیا۔ حرارت معمولی تھی اور نبض بالکل باقاعدہ۔ جب قائداعظم کی طرف سے مجھے کچھ اطمینان ہوا تو میں ملٹری سیکرٹری کے کمرے میں گیا۔ ہاتھ منہ دھویا اور غٹاغٹ چائے کے چار پیالے چڑھا گیا۔ چند منٹ کے بعد ڈاکٹر مستری قائداعظم کے کمرے میں گئے تو وہ سو رہے تھے۔

میں بیلس ہوٹل پہنچا جہاں مجھے قیام کرنا تھا۔ جلدی سے کھانا کھایا اور پھر گورنر جنرل کے ہاں ٹیلی فون کیا تاکہ کار آ جائے اور میں وہاں پہنچ جاؤں۔ مجھے ان کے اے ڈی سی کا پیغام دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ قائداعظم کی نبض بے قاعدہ ہو گئی ہے اور مجھے فوراً وہاں پہنچنا ہے۔

میں نو بج کر پندرہ منٹ پر قائداعظم کے پاس تھا۔ جب میں نے ان کا معائنہ کیا تو ان کی نبض نحیف تھی اور کچھ بے قاعدہ بھی۔ انہیں پسینہ بھی آ رہا تھا۔ اس کی وجہ معلوم کرنے سے پہلے میں نے فوراً انہیں مقوی قلب ٹیکہ لگانا چاہا اور منہ سے خون کا دورہ تیز کرنے کی دوا پلانے کو کہا۔ لیکن وہ دوا نہ پی سکے اور وہ منہ کے گوشے میں سے باہر بہہ گئی۔ میں نے کچھ اینٹیں اور لکڑی کے ٹکڑے طلب کئے کہ ان کے پلنگ کا پچھلا حصہ اونچا کیا جا سکے۔ میں نے ان کی ٹانگوں پر پٹیاں بھی لپیٹنی چاہیں تاکہ خون تیز دورہ کرتے ہوئے خاص جگہوں پر جا پہنچے لیکن ان چیزوں کا اس گھر میں ملنا مشکل تھا۔ میں نے پلنگ کا پچھلا حصہ خود ہی اٹھا رکھنا چاہا۔ پلنگ بہت بوجھل تھا میں نے اسے چھ انچ کے قریب اٹھا تو لیا لیکن اسے زیادہ دیر اٹھائے نہ رکھ سکتا تھا۔ مس جناح نے میرا ہاتھ بٹانا چاہا لیکن میں نے انہیں منع کر دیا اور کچھ کتابیں لانے کو کہا جو اینٹوں کی جگہ استعمال کی جائیں۔ پھر بھی نبض بہتر نہ ہوئی۔ جب میں اس طرح مصروف کار تھا تو ڈاکٹر مستری اور ڈاکٹر شاہ آ گئے۔ میں نے ڈاکٹر شاہ کو نس میں ٹیکہ لگانے کو کہا۔ وہ ایسے ٹیکے لگانے میں ماہر ہیں لیکن یہاں ناکام رہے اس لئے کہ نسیں بالکل کام نہیں کر رہی تھیں۔ نرس انہیں متواتر آکسیجن دیتے جا رہی تھی۔ مقوی قلب دوا پھر منہ سے پلانے کی کوشش کی گئی لیکن قائداعظم اسے پی نہ سکے۔ ہم بے بس سے ہو کر رہ گئے۔

ایک اور ٹیکہ لگانے کے بعد میں نے قائداعظم کو پھر سے یقین دلایا "حضور ہم نے آپ کی تقویت کے لئے ٹیکہ لگایا ہے یہ فوراً اپنا اثر دکھائے گا۔ انشاءاللہ آپ زندہ اور سلامت رہیں گے۔"

قائداعظم نے اپنا سر ہلایا اور آہستہ سے کہا "اوں ہوں، نہیں۔" یہ آخری الفاظ تھے جو ان کی زبان سے نکلے اور اس کے آدھ گھنٹہ بعد وہ چل بسے۔ مس جناح اتنی نڈھال تھیں کہ ان سے بات نہ کر سکیں۔ اس وقت کمرے میں فقط مس جناح، ایک نرس اور تین ڈاکٹر تھے۔ دس بجے نبض کچھ بہتر ہوئی اور ہمیں موہوم سی امید بندھی لیکن دس منٹ بعد پھر نحیف ہو گئی۔ دس بج کر بیس منٹ پر نبض کلائی پر سے محسوس تک نہ کی جا سکتی تھی اور جب میں نے حرکت قلب معلوم کرنے کا آلہ لگایا مجھے قلب میں حرکت محسوس نہ ہوئی ——— قائداعظم فوت ہو چکے تھے۔ میں نے مس جناح کی طرف دیکھا کہ سب انجام ہو چکا ہے۔ وہ غم سے



[illegible] GENERAL'S HOUSE
KARACHI

[illegible]

1st September 1948.

Dear Sir Douglas,

Thank you for your letter No.C008/1/C in C, [illegible] dated the [illegible] August 1948.

[illegible] Vice- [illegible] Chief [illegible]

[illegible]

[illegible] Douglas Gracey,
KCIE., CB., CBE., MC.,
Commander-in-Chief, Pakistan Army,
G. H. Q. Pakistan,
Rawalpindi.

قائداعظم کا آخری خط۔ جنرل گریسی کے نام

اتنی نڈھال ہو چکی کہ گرا چاہتی تھیں۔ ہم نے انہیں سہارا دیا اور دوسرے کمرے میں لے جا کر کرسی پر بٹھا دیا اور قلب کی قوت کے لئے کچھ پلایا۔ ان کی حالت قابلِ رحم تھی۔ ہم ان کے غم میں پوری طرح شریک تھے لیکن کسی طرح ان کی تسکین کا سامان نہیں کر سکتے تھے۔

اگرچہ چھتیس گھنٹے پہلے ہم مس جناح کو بتا چکے تھے کہ ہمارے خیال میں قائداعظم کے چوبیس پچیس گھنٹے سے زیادہ زندہ رہنے کا ایک فی صدی بھی امکان نہیں ہے لیکن ان کے فوت ہو جانے پر ہم بھی اس صدمہ سے چکرا گئے۔ میں اس عرصہ میں کسی معجزہ کے لئے دعا مانگتا رہا اور آخری دم تک نا اُمید نہیں ہوا لیکن افسوس یہ معجزہ نہ ہوا۔

قائداعظم کا آخری خط

جنرل گریسی کے نام

NO 475 GG (C)

گورنر جنرل ہاؤس
کراچی
کیمپ کوئٹہ
یکم ستمبر ۱۹۴۸ء

ڈیئر سر ڈگلس!

آپ کے خط نمبر 0008/1/C/INC مورخہ ۲۶ر اگست ۴۸ کا

شکریہ۔ میں نے آپ کے خط کی ایک نقل نائب صدر قائداعظم ریلیف فنڈ کو بھیج دی ہے اور میں نے تین لاکھ روپیہ کی امداد کی منظوری قائداعظم ریلیف فنڈ میں سے دے دی ہے جو کہ ان اخراجات کے لئے مناسب ہیں جو طفیل پروجیکٹ کے مہاجر نوجیوں کی بہبود کے لئے ہیں۔

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

جنرل سر ڈگلس گریسی
کے سی آئی ای۔ سی بی۔ سی بی ای۔ ایم سی
کمانڈر انچیف افواج پاکستان
جی۔ ایچ۔ کیو راولپنڈی

قائداعظم کے آخری الفاظ

اللہ ــــــ پاکستان

(ڈاکٹر ریاض علی شاہ)

چنانچہ گیارہ ستمبر کو ہم کوئٹہ سے بذریعہ ہوائی جہاز کراچی روانہ ہو گئے قائداعظم بہت کمزور ہو چکے تھے لیکن بفضل خدا راستہ میں طبیعت درست رہی سفر کے دوران کوئی تکلیف محسوس نہ ہوئی۔ کراچی پہنچنے پر محترمہ فاطمہ جناح نے فرمایا کہ قائداعظم کی طبیعت قدرے درست ہے اب آپ جا کر آرام کریں اور حسب معمول شام کو چلے آئیں۔ لیفٹیننٹ کرنل الٰہی بخش ہوٹل چلے گئے اور میں لیفٹیننٹ کرنل مظہر حسین شاہ کے ہاں چلا گیا۔ کھانے پر بیٹھے ہوتے تھے کہ نو بجے کے قریب فون آیا "کمزوری زیادہ ہو گئی ہے، بے قراری بڑھ رہی ہے آپ فوراً پہنچئے۔" چنانچہ میں اور لیفٹیننٹ کرنل الٰہی بخش تقریباً ایک ہی وقت گورنمنٹ ہاؤس پہنچے۔ ڈاکٹر مستری بھی آ گئے۔ ہم نے قائداعظم کا معائنہ کیا۔ میں نے ٹیکہ لگایا۔ آپ پر اس وقت بے ہوشی طاری تھی۔ نبض کی رفتار بھی غیر مسلسل تھی۔ قدرے حالت سنبھلی۔ چند منٹ تک حالت اچھی رہی پھر دل ڈوبنے لگا نبض پھر غیر مسلسل ہو گئی۔ آنکھیں پتھرانے لگیں۔ سانس رک رک کر آنے لگی اور بے ہوشی کے عالم میں آپ نے کچھ کہا۔

" اللہ ــــــ پاکستان "

آپ کے مصنوعی دانت پہلے ہی نکال دیئے گئے تھے اس لئے ان دو لفظوں کے سوا کچھ سمجھ میں نہ آ سکا کہ آپ نے کیا کہا ہے۔ یہ بڑا رقت انگیز منظر تھا۔ ایک طرف میں، کرنل الٰہی بخش اور ڈاکٹر مستری کھڑے تھے اور دوسری طرف محترمہ فاطمہ جناح بچشم نم کھڑی تھیں۔ وہ اس دردانگیز منظر کی تاب نہ لا سکیں اور کمرے کے ایک طرف صوفے پر بیٹھ کر رونے لگیں۔ میں نے نرس سے کہا کہ وہ جا کر محترمہ فاطمہ جناح کو تسلی دے۔ میں خود قائداعظم کے بستر کے سرہانے بیٹھ گیا اس وقت دیر دیر سے سانس آنے لگی تھی اور نبض ڈوب چکی تھی۔ میں نے دیر تک ان کی آنکھیں بند رکھیں۔ جب آخری سانس کے بعد پھر سانس نہ آئی تو میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس وقت گھڑی میں دس بج کر پچیس منٹ ہوئے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ آج وہ بطل جلیل، میدان سیاست کا شہسوار جس نے اپنے عزم، استقلال، فراست، سیاست اور ذہانت سے بڑے بڑے سیاست دانوں کو شکست دی۔ جس نے ایک تخیل کو حقیقت بنا دیا۔ جس نے ملت اسلامیہ کے منتشر اجزا کو ایک مرکز پر لا کر زندہ قوم بنا دیا۔ جس کے تدبر سے بڑے سے بڑے وائسرائے کانپ اٹھے، حکومت متزلزل رہی، آج ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گیا۔ موت کے بے مہر ہاتھوں نے اس چراغ کو گل کر دیا جس سے ملت اسلامیہ ہندیہ کی محفلیں فروزاں تھیں۔ آہ۔ آج پاکستان یتیم ہو گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ

میرِ کارواں نہ رہا

گیارہ ستمبر کی رات

سید قاسم محمود

گیارہ ستمبر کی رات تھی اور اندازاً گیارہ ہی بجے ہوں گے۔ مشین اب ٹھیک ٹھاک چل رہی تھی جس پر ماہنامہ "عالمگیر" کے سالنامے کا سرورق چھپ رہا تھا۔ پرچہ پہلے ہی کچھ لیٹ تھا، اوپر سے مشین میں کوئی نقص ہو گیا تھا۔ دو روز سے اینٹھی کھڑی تھی۔ آج سارا دن مستری لگا رہا، تو چلنی شروع ہوئی۔ حافظ محمد عالم صاحب (مالک "عالمگیر") شام کو گھر جاتے وقت ہم دونوں کو ہدایت کر گئے تھے کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے سرورق مکمل کرنا ہے۔ ایسا ہوا، تو صبح انعام دوں گا کل پرچہ ضرور پوسٹ ہو جانا چاہیے۔

مشین مین محمد شریف پورے انہماک سے لگا ہوا تھا (آج کل "استاد" ایکاری روڈ پر ایک پریس کا مشین مین ہے) موڈ جو آیا تو کہنے لگا: "شاہ جی، چائے لاؤ" شاہ جی کا پندرہ سولہ سال کا سن، اُن دنوں عالمگیر پریس میں "ٹی بوائے" بھی تھا اور ٹریڈل مشین کا کاغذ بھی۔ دن کے وقت تو چائے سید مٹھا والی مسجد کے پاس جو ریسٹوران تھا، وہاں سے لے آتا تھا۔ لیکن رات کے وقت لال خان کے ہوٹل سے چائے آتی تھی۔ تھانہ ٹکسالی کے عین سامنے لال خان کا ہوٹل تھا۔ عجب باغ و بہار آدمی تھا۔ سر پہ لال رنگ کی میلی کچیلی ٹوپی جمائے رکھتا تھا جس پر کشیدہ کاری کے علاوہ گول گول شیشے بھی جڑے ہوتے تھے، ایسے پھولوں والی پیالیاں بھی ٹوٹی ہوئی تھیں، جن کو ٹین کی پتریوں سے جوڑ لیا گیا تھا۔ چائے کی پیالی ہاتھ میں لے کر وہ حیرت سے سوچا کرتا تھا، چائے ان پتریوں سے باہر کیوں نہیں نکلتی؟

اپنا حلیہ بھی لال خان کی چائے کی پیالی سے مختلف نہ تھا، قمیض جگہ جگہ سے پھٹی ہوئی پیوندوں والی، یہی حال پاجامہ کا، پیروں میں باٹا کی دو آنکھوں والی چپل گھسی ہوئی۔ بانسی سے گزر کر لال خان کے ہوٹل پہنچا۔ دوکان کے اندر وہی رونق تھی، ٹمٹماتا ہوا زرد بلب، اونگھتی ہوئی خمار آلود شکلیں، نئے نئے تماشبین۔ اس وقت لال خان خالی بیٹھا تھا۔ اس پہ ذرہ چہکا: "دو شاہ جی کتنی؟" میں نے کہا، گرم گرم ہاف سیٹ، نشے والی۔ اس نے فوراً کیتلی میں پتی ڈالی، اوپر سے کھولتا ہوا پانی ڈالا۔ ڈھکنا بند کر رہا تھا کہ ایک اعتمادی کانسٹیبل جو اکثر رات کو اُس سے چائے پیا کرتا تھا، گھبرایا ہوا آیا۔ اُس نے لال خان کے کان میں کچھ کہا۔ لال خان کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔ "اوہ نہیں، خدا کے واسطے!" اس کی زبان سے نکلا کانسٹیبل نے آہستہ سے کہا: "ابھی ابھی نواب ممدوٹ کی کوٹھی سے ہمارے تھانوں کو اطلاع دی گئی ہے کہ چوکوں میں، بازاروں میں پولیس متعین کر دی جائے۔" کانسٹیبل نے چلتے وقت کہا۔ "اور دیکھنا کسی کو بتانا نہیں، یہ بالکل خفیہ ہے۔"

★

لال خان کی آنکھوں میں آنسو لرز رہے تھے، میں نے پوچھا: "خان جی، کیا ہوا؟" ـــ "کچھ

نہیں بیٹا، بھاگ جا یہاں سے، جاؤ چائے بھی نہیں ملے گی۔" میں نے سرگوشی کے انداز میں راز دارانہ پوچھا: "آخر ہوا کیا ہے؟" آہستہ سے بولا "کسی کو بتانا نہیں، ہمارے بابا فوت ہو گئے ہیں۔" کون سے بابا؟ لال خان جھینپ گیا: "قائداعظم، اور کون؟"

نوجوان پاکستانیت کے قلب پر برچھی سی لگی، ہوٹل کے چبوترے کی تین سیڑھیاں اتنا مشکل ہو گیا۔ خاموش، گم صم، سہما ہوا، میں خود بخود سیدہ شمیم سلطانہ کی طرف چلنے لگا کہ اس وقت اس علاقے میں میری سب کچھ وہی تھی جسے یہ دکھ منتقل کیا جا سکتا تھا۔ نام تو اس کا کچھ اور تھا اور وہ جس معزز گھرانے سے تعلق رکھتی تھی، وہ بھی مجھے معلوم ہو گیا تھا، لیکن اب اس کا نام "شمیم" ہی پڑ گیا تھا۔ دس برس بعد جب میں نے ایک افسانے "الّو کی پٹھی" میں اس کی ہلکی سی جھلک "حلقۂ ارباب ذوق" میں دکھائی تو شیر محمد اختر مرحوم نے فرمایا تھا کہ شمیم کا طوائف ہونا ہی بہت بڑی ضرب ہے۔ اسے "سیدہ" دکھا کر افسانہ نگار نے قاری پر دوگنا ظلم کیا ہے۔ اس لیے ہمارے معتقدات اور جذبات کو ٹھیس پہنچی ہے۔

شمیم سے میری پہلی ملاقات پرانا قلعہ، دہلی میں ہوئی جہاں اوروں کی طرح میں نے بھی ہجرت کے تقریباً دو ماہ گزارے تھے۔ وہ مجھ سے دس بارہ سال بڑی تھی۔ فسادات میں اس کا سارا گھرانہ شہید ہو گیا تھا۔ وہ تنہا زندہ بچی تھی اور پرانے قلعہ میں ایک صاحب نے از راہ ہمدردی اپنے خیمے میں جگہ دے رکھی تھی۔

★

دوسری ملاقات بعد میں لاہور کے مشہور ہجرت کدے "بادامی باغ ریفیوجی کیمپ" میں ہوئی جہاں میں تنخواہ دار رضاکار کے طور پر، رات کو آنے والی گنوائیوں پر سے لاشیں ڈھونے کے کام پر مامور تھا۔ یہاں تقریباً تین ماہ کام کرنے کی "سعادت" حاصل ہوئی۔ ہم تو لاشیں ڈھوتے تھے، لیکن بعض دوسرے تنخواہ دار سینیئر ملازمین اپنے ایجنٹوں کے ذریعے جوان، خوبصورت، معصوم، فرشتہ لڑکیوں کو، اغوا کرا رہے تھے۔ ڈی سی آفس کے ایک بوڑھے ملازم نے جن کو ہم مولانا کہتے تھے، ترغیب دے کر مجھ سے ایک "ذاتی" خط نواب ممدوٹ، وزیر اعلیٰ کے نام لکھوایا۔ عبارت کچھ اس طرح کی تھی: "رات کی تاریکی میں بعض سرکاری ملازمین اور پرائیویٹ لوگ بے سہارا لاوارث لڑکیوں کو اغوا کر کے لے جاتے ہیں اور وہ ہیرا منڈی پہنچائی جا رہی ہیں، فوراً موقع پر آ کر معائنہ کریں اور دین و مذہب کو اس بے آبروئی سے بچائیں۔ ایک معمولی رضاکار سید قاسم علی" (میرے استفسار پر مولانا صاحب نے بتایا تھا کہ ہیرا منڈی طوائفوں کا بازار ہے۔ طوائف کیا ہوتی ہے؟ اس کا جواب انہوں نے گول کر دیا تھا) وہ خط مولانا صاحب نے خود بڑے ڈاک خانے جا کر پوسٹ کیا۔ دو تین روز کے بعد نواب ممدوٹ ریفیوجی کیمپ تشریف لائے۔ تمام ملازمین اور رضاکاروں اور طالب علموں کا ایک اجتماع ہوا۔ ایک مختصر سی تقریر کے بعد نواب صاحب نے خط لہراتے ہوئے پوچھا: "قاسم علی کون ہے؟ ہاتھ اٹھائے۔" میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ نواب صاحب نے فرمایا: "وہ لوگ جو یہ مذموم حرکت کرتے ہیں، ان کے نام بتاؤ، ڈرو نہیں، جھجکو نہیں، میں ابھی انہیں برطرف کیے دیتا ہوں۔" وہ سب چہرے اس اجتماع میں موجود تھے۔ میں ناپختہ اور ناتجربہ کار اور بزدل تھا۔ ان چہروں سے ڈر گیا، تھر تھر کانپنے لگے۔ میں نے از راہ تحفظ کہا: "جناب! مجھے تو خط لکھنے کے لیے ان مولانا صاحب نے کہا تھا، وہ آپ کو بتا دیں گے۔"

مولانا صاحب نے یکایک رخ بدل لیا: "جناب والا! یہ لڑکا جھوٹ بولتا ہے۔ میں نے ہرگز اس سے نہیں کہا۔ یہاں ایسا مذموم اور قبیح کام کوئی نہیں کرتا۔"

★

بہر حال نواب صاحب کوئی اچھا انتظام اپنی دانست میں کر کے چلے گئے، اور یہ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ شمیم غائب ہے، اس سے میری تیسری ملاقات ہیرا منڈی میں ہوئی جس کے قریب ہی عالمگیر الیکٹرک پریس واقع تھا۔ میں دن کے وقت اکثر تھوڑی بہت دیر کے لیے باجی شمیم کے پاس چلا جایا کرتا تھا۔ اس چھوٹے سے مکان میں اس کی اور بھی کئی سہیلیاں تھیں۔ رات کو سب اپنے حسن و جسم کی استطاعت کے مطابق مختلف طبقوں میں بکھر جاتی تھیں۔ کوئی بازار شیخوپوریاں کے اسفل ترین طبقے میں، کوئی نوگزہ کے پاس والی گلی میں، کوئی شاہی مسجد کے آس پاس والی گلیوں میں، کوئی گھنگھرو باندھ کر ناچنے لگتی۔ میں جانتا کچھ نہیں تھا، لیکن حیات نے مجھے بتا دیا تھا کہ ان سب میں دو باتیں مشترک ہیں۔ ہجرت اور عصمت فروشی اور اس باخبر حسیات کے باوجود شمیم مجھ سے اس طرح پیش آتی تھی جیسے سگی بڑی بہن۔ اور میں اس کا قریب ترین رازداں، چھوٹا بھائی! لیکن اس کی ایک ہدایت بڑی سخت تھی کہ میں مغرب کی اذان کے بعد ہرگز ہرگز اس کے پاس کبھی نہ آیا کروں اور یہ پہلی رات تھی کہ میں اس کی ہدایت کی خلاف ورزی کر رہا تھا۔

■

لال خان کے ہوٹل سے اتر کر میرے قدم خود بخود باجی شمیم کی طرف اٹھنے لگے تو اس میں تعجب کیا ہے۔ کسی کا باپ مر جائے اور اس کی ماں سات آٹھ میل کے فاصلے پر اجیرہ میں ہو اور بہن صرف پچاس گز کے فاصلے پر، تو وہ قدرتاً بہن ہی کی طرف دوڑے گا۔ میں وہاں گیا مکان بند تھا، دروازے پر بیٹھی ہوئی، کھانستی ہوئی، بلغم تھوکتی ہوئی مائی نے مجھے گستاخانہ لہجے میں بھگا دیا: "جا، دفع ہو جا۔ اس وقت یہاں نہ آیا کر۔"

منہ لٹکائے واپس آیا تو خوش مزاج استاد بگڑا بیٹھا تھا، ایک دو تھپڑ، ایک دو ٹکے۔ مگر ذرا ہلکے پھلکے: "ہاتھی کے انڈے! کہاں مر گیا تھا، ایک گھنٹے سے بیکار بیٹھا ہوں۔ کاپیاں نہیں چھاپنا، جانے کہاں ہے؟ پیسے کہاں ہیں؟ کھا گیا ہو گا رذیل۔" میں نے کہا: "پیسے تو لال خان کے پاس ہیں۔ اس نے چائے نہیں دی! قائداعظم کا انتقال ہو گیا ہے۔"

استاد محمد شریف کا چہرہ ایک دم متغیر ہو گیا، کرسی میں چپ چاپ دھنس گیا: "نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔ کسی کانگرسی ٹٹو نے افواہ اڑائی ہو گی۔ جا اس طرح کر، گیلانی پریس سے پوچھ کر آ۔ میری سائیکل لے جا۔"

اس کی کھٹارا سائیکل لے کر دوڑتا ہوا میں گیلانی پریس روانہ ہوا، جو اخبار مارکیٹ کے سامنے تھا اور جہاں چند ماہ پہلے تک میں اخبار فروشی بھی کرتا تھا اور کبھی کبھی وہیں تھڑے پر سو بھی جاتا تھا۔ پریس میں پہنچا، مشین پر "زمیندار" چھپ رہا تھا۔ فیجر وغیرہ تو اس وقت کوئی تھا نہیں، مشین مین سے پوچھا۔ اس نے بڑی سرد مہری سے کہا: "ہمیں تو معلوم نہیں، آخری کاپی آئے گی تو پتا چل جائے گا۔" مجھے سخت طیش آیا کہ اب تک اسے یہ بھی نہیں معلوم، اچھا اخبار چھاپنے والا ہے۔

میں وہاں سے ہسپتال روڈ، نسبت روڈ اور میکلوڈ روڈ کے راستے بھی "دفتر زمیندار" جا سکتا تھا، لیکن میں نے سوچا کہ چلو چچا مشتاق کو یہ جانکاہ خبر سناتا جاتا ہوں، اس لیے برانڈرتھ روڈ کی طرف سائیکل ڈال دی۔ دکھ نے میرے پیروں میں اتنی قوت بھر دی تھی کہ وہ سائیکل جو تیز نہیں چل سکتی تھی، فراٹے بھرتی جا رہی تھی۔ برانڈرتھ روڈ پر سناٹا تھا۔ چاند اونچے اونچے مکانوں کی اوٹ میں ہو گیا تھا، جس کے باعث سڑک تاریک تھی۔ کھمبوں کے قمقمے یہاں وہاں جل رہے تھے۔ اچانک ایک بڑا سا کتا بلاوجہ میرے پیچھے دوڑنے لگا اور پھر خواہ مخواہ بھونکنا شروع کر دیا۔ اس کی پکار سن کر دائیں بائیں کی گلیوں سے چھوٹے بڑے کالے سفید کتے دوڑتے ہوئے اس کی مدد کو پہنچے میں نے پیروں سے انہیں پیچھے ہٹایا، تو دوبارہ پیڈل پر قدم جمانا دوبھر ہو گیا اور یوں سائیکل کے ساتھ ساتھ میں بھی گر پڑا، اور وہ سارے کتے مجھ پر چڑھ دوڑے۔ داڑھی والا چوکیدار دوڑا ہوا پہنچا، اس نے اپنی لاٹھی سے کتوں کو ہٹایا۔ بیٹری کی تیز روشنی میرے منہ پر ڈالی۔ اسے غالباً اطمینان ہو گیا کہ یہ طفلِ معصوم چہرہ چور نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے اس نے ہمدردی سے پوچھا: "لڑکے کدھر جا رہے ہو؟" میں نے کہا: "خان بابا! سنا ہے قائداعظم فوت ہو گئے ہیں، میں اخبار کے دفتر پوچھنے جا رہا ہوں۔" خان بابا کو یقین ہی نہ آیا، غرایا

ایسی منحوس بات زبان سے نکالی تو۔ یہ کسی شیطان نے اڑائی ہے۔ جاؤ اپنے گھر جا کر آرام سے سو جاؤ۔ قائداعظم نہیں مر سکتا۔ خدا کی قسم، قائداعظم نہیں مر سکتا۔

خان بابا تھوڑی دور میرے ساتھ پیدل چلا اور بھونکتے ہوئے کتوں کی سرحد سے نکل کر میں پھر سائیکل پر سوار ہوا، مگر اب کے میرے دائیں پیر میں چپل نہ تھی۔ وہ کتوں کی یلغار میں وہیں کہیں رہ گئی تھی۔ دیوانگی میں نہ ہوش تھا اور نہ چوکیدار کی خوفزدگی میں ڈھونڈنے کا یارا۔

★

ریلوے سٹیشن پر ہزاروں مہاجرین ڈیرہ ڈالے پڑے تھے۔ انہی میں چچا مشتاق اپنے بیوی بچوں کے ساتھ مقیم تھا۔ چند روز پہلے میں ان سے مل کر گیا تھا، لیکن اب رات کے وقت وہ جگہ ہی بھول گیا۔ بیشتر سوئے پڑے تھے، کچھ جاگتے ہوئے منڈلیوں میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے، ماضی کی باتیں، مستقبل کی باتیں اجڑنے کی باتیں، آباد ہونے کی باتیں۔ ضلع وار آبادیاں ہوں گی، ٹرینیں آئیں گی اور ایک ضلع کے مہاجرین کو ایک خاص ضلع میں لے جائیں گی۔ کیا ہوگا، کہاں جائیں گے؟ مہاجرین کو پھلانگتے ہوئے ایک ایک کے چہرے میں چچا مشتاق کو ڈھونڈتے ہوئے، دل میں ایک طوفان سا اٹھا کہ چیخ پڑوں، لوگو، تم پر ایک اور قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ تمہارے قائداعظم تمہیں یکہ و تنہا چھوڑ گئے ہیں، لیکن کانسٹیبل نے کہا تھا، کسی کو بتانا نہیں، محمد شریف نے کہا تھا، یہ دشمن کی چال ہے، گیلانی پریس کے مشین مین کا تیہ ایسا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ چوکیدار خان بابا نے کہا تھا، شیطان کی اڑائی ہوئی ہے ——— وہ چیخ میرے وجود میں سہمی سہمی رہ گئی۔

اخبار "زمیندار" کے دفتر پہنچا۔ بتایا گیا کہ ہاں ایسی کوئی خبر آئی تو ہے، لیکن ابھی تصدیق نہیں ہوئی۔ ایڈیٹر صاحب معلوم کر رہے ہیں۔ میں "امروز" کے دفتر پہنچا جو اس وقت ایبٹ روڈ پر موجودہ "اقدام پریس" میں چھپتا تھا۔ اندر داخل ہوا، تو "امروز" کے مدیر یا نائب مدیر سید ایوب کرمانی ———

میز کے کنارے کھڑے آنسوؤں کے ساتھ رو رہے تھے۔ اُن کے سامنے میز پر لیتھو کے بڑے سے پیلے کاغذ پر بڑے بڑے حروف میں لکھا ہوا تھا "اسلام کے بطلِ جلیل، پاکستان کے بانی قائداعظم محمد علی جناح انتقال فرما گئے"۔ عربی میں "اِنّا لِلّٰہ واِنّا الیہ راجعون" بھی لکھا ہوا تھا۔ موٹے موٹے آنسو ٹپ ٹپ اس کاغذ پر گر رہے تھے اور میں خاموش کھڑا وہ پورا صفحہ جلدی جلدی پڑھ رہا تھا۔ یہ میں بھول نہیں سکتا کہ ایوب صاحب نے آنکھیں اٹھا کر مجھے دیکھا۔ آنکھیں سُرخ تھیں اور رو رو کر سوجی ہوئی تھیں۔ وہ نہیں جانتے تھے میں کون ہوں، لیکن اتنا ضرور جانتے تھے کہ پاکستانی ہوں اور کم عمر ہوں۔ ناقابلِ بیان محبت و شفقت سے کہا "بیٹے! کیا دیکھ رہے ہو؟ اب تم ہمیشہ کے لیے یتیم ہو گئے" اور اتنا کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے، اور نڈھال سے کرسی میں جا گرے۔ خوشنویس، جن سے آج تک نیازمندی قائم ہے، روتے ہوئے باہر آئے اور کہنے لگے: "سید صاحب خود پر قابو پائیے۔ ہمیں آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے، اور آپ بالکل بچہ بن گئے ہیں!"

★

میں پریس سے باہر نکلا، اب ہر چیز واضح تھی، لیکن اس وقت سب کچھ اندھیرے میں تھا۔ میں خان پان فروش کے تھڑے کے پاس سائیکل رکھ کر، عین جس جگہ زمین پر اکڑوں بیٹھ گیا جہاں آج کل "کنگ سرکل ہوٹل" ہے۔ سر گھٹنوں پر ٹکائے، چہرہ ہاتھوں میں لیے، آنکھیں بند کئے، اپنے آپ سے باتیں کرتا رہا۔ اس سے پہلے بھی زندگی مشکلات میں پھنسی تھی، بحران آئے تھے، اور اس کے بعد بھی زندگی مسلسل بحرانوں میں مبتلا رہی، لیکن وہ چند منٹ کی خاموشی، سوچ فکر، تعمق گویا ایک طرح کا صوفیانہ مراقبہ تھا۔ کرب و عذاب ایسا کہ سینہ شق ہو رہا تھا۔ ذاتی دکھ، اجتماعی درد آپس میں، لاشعوری طور پر یوں جذب ہو گئے تھے کہ وجود نے ان لمحوں میں عظمت و رفعت اور شرافت و اعلیٰ اقدار کی حدوں کو چھو لیا تھا۔ ذہن پر ویسا بوجھ، دل پر ویسا وزن اور پھر تحلیل و تجزیے کی وہ قدرت مجھے پھر کبھی نصیب نہ ہو سکی۔ میری آئندہ زندگی کی جہت ان چند منٹوں نے متعین کر کے رکھ دی تھی جیسے یہی تقدیر کا لکھا تھا۔ صبر و سکون اور ہیجان و اضطراب کے ان لمحوں میں میں نے کیا سوچا؟ اُن کا حاصل تھا کہ میں نے وہاں سے تیزی سے اٹھتے ہوئے خود کو یہ کہتے ہوئے سُنا "میں قوم کو جگاؤں گا۔ اس سوئی ہوئی قوم کو جگاؤں گا۔"

میں نے سائیکل اٹھائی اور چیخنا شروع کر دیا "لوگو! جاگو، قیامت آ گئی۔ قائداعظم کا انتقال ہو گیا۔ قائداعظم کا انتقال ہو گیا۔ لوگو! قائداعظم کا انتقال ہو گیا!"

★

اس چیخ و پکار اور ماتمی نعروں کے لیے میں نے راستہ غلط اختیار کیا۔ میکلوڈ روڈ سے جی پی او کی طرف نکل گیا۔ سڑکیں ہی سڑکیں۔ خالی ویران سڑکیں سینما کے شو ٹوٹے کافی دیر ہو چکی تھی۔ کوئی تانگہ بھی نظر نہ آتا تھا۔ اس زمانے میں رکشا وغیرہ نہ تھے۔ جی پی او، وائی ایم سی اے، سنٹرل بینک اسٹیٹ ویران نظر آ رہے تھے۔ اور آدم زاد کا نام و نشان تک نہیں۔ چیختا ہوا نیلا گنبد پہنچا، تو وہاں دھر لیا گیا۔ پولیس کے پچاس ساٹھ سپاہی کھڑے تھے کسی نے گوشمالی کی، کسی نے دھمکایا ڈرایا۔ کسی نے سمجھایا، لوگوں کو آرام سے سونے دو، بچے، لوگوں کو معلوم ہو گیا تو شہر میں کہرام مچ جائے گا۔ وعدہ لیا گیا کہ اب نہ چیخوں گا، تو مجھے چھوڑ دیا گیا۔ انارکلی میں داخل ہوتے ہی میں نے پھر چیخنا شروع کر دیا "لوگو بہت سو لیے، اٹھو، جاگو، قائداعظمؒ کا انتقال ہو گیا، قائداعظمؒ کا انتقال ہو گیا۔"

★

پولیس کی انتباہی آوازیں اور سیٹیاں میرا تعاقب کر رہی تھیں، لیکن میں بزعم خود اپنا فرض بجا لا رہا تھا۔ میں یہ تصور بھی نہ کر سکتا تھا کہ بابائے ملت کا انتقال ہو گیا ہو اور قوم یوں گہری نیند کے مزے لے رہی ہو۔ بخشی مارکیٹ کے پاس پولیس کو دیکھ کر میں خاموش ہو گیا۔ پھر بھی زجر و توبیخ کی گئی۔ خطرے کی حد سے نکلتے ہی میں نے پھر واویلا شروع کر دیا "لوگو، اٹھو، جاگو۔ قائداعظم کا انتقال ہو گیا ہے!" ایبک روڈ کے چوک پر کھڑی پولیس دور سے نظر آئی، تو میں پھر خاموش ہو گیا اور وہاں سے گنپت روڈ کی طرف مڑا، تو خود بخود میرے دل سے وہی آہیں، وہی چیخیں، وہی فریادیں اٹھنے لگیں۔ یہ میں نہیں تھا، پورا پاکستان تھا جو میرے باطن میں بلبلا رہا تھا، کانپ رہا تھا، چیخ رہا تھا۔ یتیم قوم کی عرش تک کو ہلا دینے والی فریاد!

بالآخر پریس پہنچا، استاد محمد شریف انتظار کرتے کرتے تھک چکا تھا۔ میں نے بتایا کہ وہ خبر بالکل درست ہے میں نے "امروز" کا پورا صفحہ پڑھا ہے۔ میں نے سوچی سمجھی سکیم کے تحت مشورہ کیا: "یوں کرتے ہیں، ایک دیواری پوسٹر چھاپتے ہیں۔" شریف نے کہا "ہاں بالکل ٹھیک ہے۔ جا دوڑ کر ارشاد کو بلا لا۔"

★

رسالہ "عالمگیر" کا خوشنویس ارشاد علی لوہاری منڈی میں رہتا تھا۔ اسے جا کر جگایا۔ کچھ خفا سا تھا، لیکن جب بتایا کہ قائداعظمؒ کا انتقال ہو گیا ہے اور دیواری پوسٹر چھاپنے ہیں گے، تو وہ پلک جھپکنے میں قلمدان لے کر آیا۔ ہم پریس پہنچے، میں نے زندگی میں پہلی بار عبارت لکھی۔ موجودہ فقرے جو "امروز" میں پڑھے تھے پہلے ہی جملے میں "بطلِ جلیل" بھی لکھا جس کے اس وقت معنی بھی نہ آتے تھے۔ ارشاد علی نے کہا، ایجائے پوسٹر کے ہفت روزہ "خیام" کا خصوصی ضمیمہ نکالتے ہیں۔ یہ قانونی موشگافی ہمیں نہ آتی تھی، اسے آتی تھی۔ وہ ضمیمہ لکھنے بیٹھ گیا۔ میں میاں سراج دین کو بلانے کیلئے رنگ محل چلا گیا۔ وہ بڑی لیتھو مشین مین تھا۔

ان دنوں ملک سراج دین اینڈ سنز، پبلیشر کشمیری بازار کا قرآن مجید پریس میں چھپ رہا تھا۔ ان کے کاغذ میں سے دو رِم نکالے گئے۔ سراج اور شریف نے مل کر فٹافٹ پلیٹ بنائی فٹافٹ چھپائی کی۔ شریف نے اینٹیں جوڑ کر چولہا بنایا، آٹے کی لئی پکائی۔ آدھا ضمیمہ اس نے خود سنبھالا

اور آدھا مجھے دیا۔ کہا" میں اندرونِ شہر چپکاتا ہوں تم ٹکسالی سے نکل کر باہر باغ فنشی لدھا، داتا دربار، موہنی روڈ، بھاٹی گیٹ، موری گیٹ، اردو بازار اور لوہاری تک دیواروں پر چپکا دو۔"

میں نے سائیکل کے پیچھے "خیام" کا پوسٹر نما ایک صفحاتی ضمیمہ رکھا۔ ایک ہاتھ میں لئی پکڑی اور الوکھے تجربے پر روانہ ہوا۔ تحصیل بازار میں دو جگہوں پر پوسٹر لگاتا ہوا ہیرا منڈی میں داخل ہوا۔ اس مکان یا گھر یا کوٹھے یا بالا خانے کے آگے طوائفیں بیٹھی اٹھی اٹھی کر بین کر رہی تھیں۔ ایک کہرام برپا تھا۔ باجی شمیم نے مجھے دیکھا، تو والہانہ میری طرف بڑھی اور چمٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی "بھائی! ہم ایک دفعہ پھر تباہ ہو گئے۔ لٹ گئے، برباد ہو گئے۔ آسمان ٹوٹ پڑا اب ہمارا کوئی بھی نہ رہا۔" میں پتھر کا بت بنا کھڑا رہا اور اسے تسلی کا ایک لفظ بھی نہ دے سکا۔

کہنے والے کہتے ہیں "اس رات طوائفوں نے کوٹھوں پر طبلے اور ہارمونیم اور سارنگیاں نیچے بازار میں پھینک دیے تھے، لیکن میں نے تو اپنی آنکھوں سے وہ سب کچھ دیکھا ہے"۔ ان کا ماتم بھی ہے ان کی آہ وزاری دیکھی ہے۔ ان کے ساتھ شریک رہا ہوں، بلکہ جہاں تک میرے ذاتی مشاہدے کا تعلق ہے میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ماتم کی لہر سب سے پہلے طوائفوں کے گرے پڑے طبقے ہی تک پہنچی۔ مجھے نہیں معلوم، قوم کے بیدار ہونے سے پہلے، انہیں یہ خبر کیسے معلوم ہو گئی تھی۔ شاید لال خان کے ہوٹل سے!

★

ٹکسالی دروازے کے باہر دو چار پوسٹر لگائے اور پھر جلدی جلدی محمد شریف کے بتائے ہوئے راستے پر پوسٹر لگاتا ہوا میں اپنی جگہ پر جا بیٹھا۔ گنپت روڈ کے چوراہے پر اموتی چور ہاؤس کے سامنے کھمبے کے نیچے، جہاں میں کئی ماہ تک آوازیں لگا لگا کر اخبار بیچتا رہا تھا۔ فجر کی اذان ہو رہی تھی۔ نمازی گھروں سے نکل کر قریبی مسجدوں کی طرف جا رہے تھے اور میں چلا رہا تھا "آگیا آج کا تازہ اخبار آگیا۔ قائد اعظم کا انتقال ہو گیا" "روزنامہ خیام" کا ضمیمہ لوگوں میں مفت تقسیم کرتا رہا۔ زندگی جاگ گئی تھی بشکستہ، صدمہ زدہ روحیں ڈلیوں کی صورت میں ہچکیاں بھر رہی تھیں۔

اخبار فروش چیختے چلاتے۔ آہ و بکاہ کرتے۔ انارکلی میں ٹوٹ پڑے تھے۔ میں نازاں تھا کہ وہ جانکاہ خبر میں نے دوسرے اخبارات کے آنے سے پہلے قوم تک پہنچا دی تھی۔ لاہور کی دیواروں پر اس خبر کو پھیلانے والا اور واحد پوسٹر میں نے لگایا۔ انارکلی میں اولین ضمیمہ مفت روزنامہ "خیام" کا میں نے پہنچایا اور میں نازاں تھا اور اس کارنامے پر فخر محسوس کر رہا تھا — انسان بھی کتنا کم ظرف ہے؟

★

گیارہ ستمبر کا سورج جس وقت طلوع ہو رہا تھا، میں پریس میں تھا۔ یہاں محمد شریف تھا میاں سراج دین تھا، ارشاد علی تھا۔ پریس کے آگے کرسیاں اور مونڈھے بچھا دیے گئے تھے۔ محلے کے بزرگ آ بیٹھے تھے۔ جوان بلک رہے تھے۔ سسکیاں لے رہے تھے۔ بعض جذباتی دیوانہ وار سر پھوڑ رہے تھے اور دوسرے انہیں تھام رہے تھے، ایک دوسرے کے گلے لگ لگ کر رو رہے تھے، ایک دوسرے کو پرسہ دے رہے تھے، مشورے ہو رہے تھے، پوچھ رہے تھے غائبانہ نماز جنازہ کب ہو گی، کہاں کہاں ہو گی؟ ریڈیو پاکستان سے برابر تلاوت کی آوازیں آ رہی تھیں۔

حافظ صاحب پریس میں آئے، وہی شیروانی، سفید شلوار، جناح کیپ، جرابیں، کالے پمپ، ان کے آنسو کسی طور نہ تھمتے تھے۔ چپکے چپکے روئے چلے جا رہے تھے۔ اہلِ محلہ نے ہمارے کام کی تعریف کی، تو حافظ صاحب نے بھی تائید کی اور داد دی۔

اہلِ محلہ ادھر ادھر ہو گئے تو حافظ صاحب اندر دفتر میں چلے گئے۔ شریف کو اور مجھے بلایا۔ پوچھا "ٹائیٹل چھپ گیا تھا؟" شریف نے بتایا "تین رنگ چھپ گئے ہیں۔ ایک رنگ رہ گیا ہے۔ یہ خبر نہ سنتے، تو چوتھا رنگ بھی چھپ جاتا۔" حافظ صاحب خاموش رہ گئے۔ پھر ہمیں سمجھایا "آپ نے کیا تو اچھا کہ "خیام" کا ضمیمہ نکال دیا۔ قابلِ تعریف قدم کیا، لیکن آپ کو چاہیے تھا کہ ایک آنہ قیمت رکھ دیتے۔ ملک سراج دین کا جو کاغذ آپ نے استعمال کیا ہے اگر کم از کم اس کی قیمت تو نکل آتی۔ اب ہمیں اپنے پاس سے دینا پڑے گا۔

قائد اعظم کے غم میں پورا خاندان چل بسا

ڈھاکہ۔ ۱۷ ستمبر جس دن قائد اعظم کے انتقال کی خبر مشرقی پاکستان میں پہنچی اسی دن سلہٹ کے قریب ایک مسلمان خاندان پر قیامت گزر گئی۔

کہا گیا ہے کہ قائد اعظم کے انتقال کی خبر سنتے ہی خاندان کے دو افراد خاوند اور بیوی حرکتِ قلب بند ہونے کی وجہ سے مر گئے۔ والدین کا حشر دیکھ کر بیٹا بھی چل بسا۔ خاندان کے باقی افراد یعنی دو بہنیں یہ دیکھ کر پاگل ہو گئیں اور انھوں نے مکان سے چھلانگ لگا کر خودکشی کر لی۔ (فارورڈ)

★

گیارہ ستمبر کی رات کو مجھ پر سے بیتے ستائیس سال ہو رہے ہیں، لیکن ایسے محسوس ہوتا ہے، جیسے اس رت کا طلسم اور اس سحر کا جادو اب تک مجھ پر چڑھا ہوا ہے اور اپنے ہی اس فقرے کا جوا میرے کاندھوں پر اب تک رکھا ہوا ہے کہ "اپنی قوم کو جگاؤں گا۔" اس وقت میری مراد یہ تھی کہ جسمانی نیند سے جگاؤں گا اور ان ستائیس برسوں کی کمائی یہ ہے کہ اب اس فقرے کا اصل مفہوم سمجھ میں آنے لگا کہ ذہنی نیند سے جگاؤں گا — یہ نیند بہت گہری ہے، کام بہت طویل ہے اور زندگی بہت مختصر اور موت قریب، بہت قریب ہے! دیکھیے کیا ہو!

قائدِ اعظم کے جنازے کا آنکھوں دیکھا حال

(پاکستان ریڈیو۔ کراچی)

۱۱ ستمبر کی رات کو تیسری منزل ختم کرنے کے بعد کراچی ریڈیو سٹیشن کا عملہ اپنی اپنی قیام گاہوں کو روانہ ہو گیا۔ اس اطمینان سے کہ آج کا پروگرام بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ اس عزم کے ساتھ کہ کل کا پروگرام بھی اسی طرح بخیر و خوبی سرانجام ہو گا۔ بخاری صاحب بھی حسبِ معمول گیارہ بجے ریڈیو سٹیشن سے روانہ ہوئے۔ ریڈیو سٹیشن کے کارکن اپنی اپنی قیام گاہوں پر پہنچے جو کچھ مل سکا اس سے دن بھر کے بھوکے پیٹ کی آگ بجھائی اور اپنے اپنے بستر پر دراز ہو گئے۔ یکایک نیازی اسٹیشن ڈائریکٹر کے دروازے پر دستک ہوئی۔ وہ چونک کر اٹھے۔ دروازہ کھولا تو بخاری صاحب نظر آئے۔ الٰہی خیر! چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی ہیں، پاؤں میں لغزش ہے۔ نیازی نے پوچھا خیریت! بھنچی ہوئی آواز میں جواب ملا "قائد اعظم چل بسے" صدمہ اتنا شدید تھا کہ نیازی کے منہ سے انا للہ وانا الیہ راجعون بھی نہ نکل سکا۔ دیر تک خاموشی سے ایک دوسرے کا منہ تکتے رہے۔ آخر بخاری صاحب نے کہا۔ فوراً اپنے عملے کو جمع کرو اور ریڈیو سٹیشن پہنچ کر کل صبح کے لئے انتظام کرو۔

نیازی اسی خواب کے لباس میں اپنی قیام گاہ سے روانہ ہو گئے۔ بخاری نے لاہور اور پشاور کے سٹیشن ڈائریکٹروں کو فوراً ٹیلی فون پر یہ اطلاع دی اور اس کے متعلق ضروری ہدایات دیں۔ پھر آنریبل وزیر اعظم لیاقت علی خاں کے درِ دولت پر آئندہ کے لئے ہدایات لینے کے لئے حاضر ہوئے۔ وزیر اعظم گورنر جنرل ہاؤس جا چکے تھے۔ وزیر اعظم کے بنگلہ سے محمد علی سیکرٹری جنرل کے دولت کدہ پر گئے۔ وہ بھی گورنر جنرل ہاؤس پہنچ گئے تھے۔ چنانچہ بخاری بھی گورنر جنرل ہاؤس

پہنچے۔ وہاں بہت سے لوگ جمع ہو چکے تھے مگر اتنے لوگوں کے باوجود بسیط خاموشی کا عالم تھا۔ اس اچانک صدمہ نے الفاظ کے سوتے خشک کر دیئے تھے۔

ادھر بخاری تو قائداعظم کے حضور میں سر بہ گریباں تھے اُدھر نیازی رات کے اندھیرے میں اپنے ماتحت عملہ کی تلاش میں تھے۔ یکے بعد دیگرے تمام کارکنوں کے دروازے کھٹکھٹاتے۔ جس نے بھی سنا تصویر درد بن گیا۔ سب کی نیند حرام ہو گئی اور جو جس حالت میں تھا نیازی کی کار میں بیٹھتا گیا اور تھوڑی دیر میں غمزدوں کا یہ قافلہ ریڈیو سٹیشن پہنچ گیا سحر قریب تھی جو پروگرام کل کے لئے تیار کئے گئے تھے وہ تو اب بیکار تھے تیاریوں کی تلاش ہوئی۔ مختلف کارکن مختلف سمتوں کو چل نکلے۔ جس جگہ پہنچتے تو معلوم ہوتا قاری صاحب گورنر جنرل ہاؤس پہنچ چکے ہیں۔ چار گھنٹے کی مسلسل تلاش کے بعد تین قاری دستیاب ہوئے انہیں سٹیشن پر لایا گیا اور جب صبح کے ساڑھے سات بجے لوگوں نے اپنے اپنے سیٹ کی سوئی کراچی کے میٹر پر گھمائی تو ایک نہایت اندوہناک آواز یہ کہتی ہوئی سنائی دی۔

"حضرت قائداعظم وصال فرما گئے۔"

اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

ختم قرآن شریف برائے ایصال ثواب۔ جس جس نے یہ آواز سنی اس کی آنکھوں سے جھڑی لگ گئی نہ جانے اس بولنے والے کے دل کا کیا حال تھا۔ ختم قرآن شریف شروع ہوا۔ سہ پہر کو تین بجے حضرت قائداعظم کا جنازہ اٹھایا جانا تھا۔ ضروری تھا کہ اہل ملت کو ان کے محبوب قائد کے آخری سفر کا حال سنایا جائے۔ چنانچہ فوراً اس سلسلہ میں انتظامات شروع ہوئے۔ ریڈیو پاکستان کراچی کے پاس باہر سے براڈ کاسٹ کرنے کی سامان کی بے حد قلت تھی۔ تین مائیکروفون مختلف مقامات پر نصب کر دیئے گئے۔ پہلا گورنر جنرل ہاؤس کے باہر، دوسرا ریڈیو پاکستان ہیڈ کوارٹرز میں اور تیسرا نمائش کے میدان میں۔ مائیکروفون ٹیلیفون کے تاروں سے منسلک کئے گئے اور پھر لاہور اور پشاور کے لئے ٹیلیفون لائنیں حاصل کی گئیں۔ عام طور سے براڈ کاسٹ کے لئے جسے ریڈیو کی زبان میں او۔ بی (O.B) کہتے ہیں اس کا انتظام کئی دن قبل کیا جاتا ہے۔ ۱۲ ستمبر کو صبح کو جب O.B کا فیصلہ کیا گیا تو بہت سے وسوسے تھے۔ سامان کم ہے، وقت کم ہے یہ O.B ہو بھی سکے گی لیکن پھر وہی بات آڑے آئی۔ بخاری کا اپنی ذات اور اپنے عملے کی استعداد پر مکمل اعتماد۔

فوراً تین مبصر مقرر کئے گئے۔ گورنر جنرل ہاؤس میں بخاری نے خود مائیکروفون سنبھالا۔ دوسرے مقام پر جناب وقار عظیم اور صدیق احمد صدیقی متعین ہوئے اور نمائش کے میدان میں ان تینوں کے اجتماع کا انتظام کیا گیا۔ تین بجنے میں ایک منٹ باقی تھا کہ کراچی سٹوڈیوز سے آواز آئی۔

حضرت قائداعظم کا جنازہ اٹھایا جا رہا ہے۔ ہمارا نمائندہ گورنر جنرل ہاؤس میں موجود ہے وہ آپ کو اس کا آنکھوں دیکھا حال سنائے گا۔

لیکن یہ کہتے وقت سٹوڈیو زدالوں کے دل اضطراب اور فکر سے کانپ رہے تھے۔ یکایک ایک سوگوار آواز آئی۔

ملت کے محبوب کا آخری سفر شروع ہوا۔

یہ آواز ذوالفقار علی بخاری کی تھی۔ اس آواز میں آنسو تھے۔ یہ آواز اسی سوگوار انداز میں ایک ایک لمحہ کا حال سناتی رہی۔ ملت کا باپ مر گیا۔ اہل ملت زار و قطار رو رہے تھے۔ بخاری بھی رو رہا تھا مگر اسے ایک فرض ادا کرنا تھا



جنازہ کے ساتھ عوام کا ہجوم

کہ آپ دور افتادہ شرکائے غم کو قائد اعظم کے جنازے کا حال سناتے۔ لاکھوں نفوس کا جلوس تھا۔ گریاں اور خاموش۔

جلوس قائد اعظم کے جنازے کو لئے ہوئے بڑھتا گیا۔ جہاں تک نظر نے کام کیا بخاری نے اس اندوہناک منظر کا حال سنایا۔ جب جلوس نظروں سے اوجھل ہوگیا تو اس نے دوسرے مقام کے مائیکروفون کو اشارہ کیا۔ ذوالفقار عظیم کی آواز آئی۔

اول و آخر فنا ، باطن و ظاہر فنا !
نقش کہن ہو کہ نو منزل آخر فنا !
ہے مگر اس نقش میں رنگ ثبات دوام !
جس کو کیا ہو کسی مرد خدا نے تمام !

علامہ اقبال کے یہ شعر کتنے برمحل تھے۔ قائد اعظم کا جسد خاکی سپرد خاک ہونے کو تھا لیکن یہ جسمانی موت صرف ایک مقام حیات تھی۔ قائد اعظم نے ایک مردہ قوم کو نئی زندگی عطا کی تھی، اس کے لئے ایک نئی سلطنت کی تشکیل کی تھی۔ یہ زندہ و بیدار قوم اور آزاد پاکستان ایک ایسا نقش تھا جس کی ثبات و دوام یقینی ہے اور جب تک یہ نقش قائم ہے قائد اعظم زندہ ہیں۔

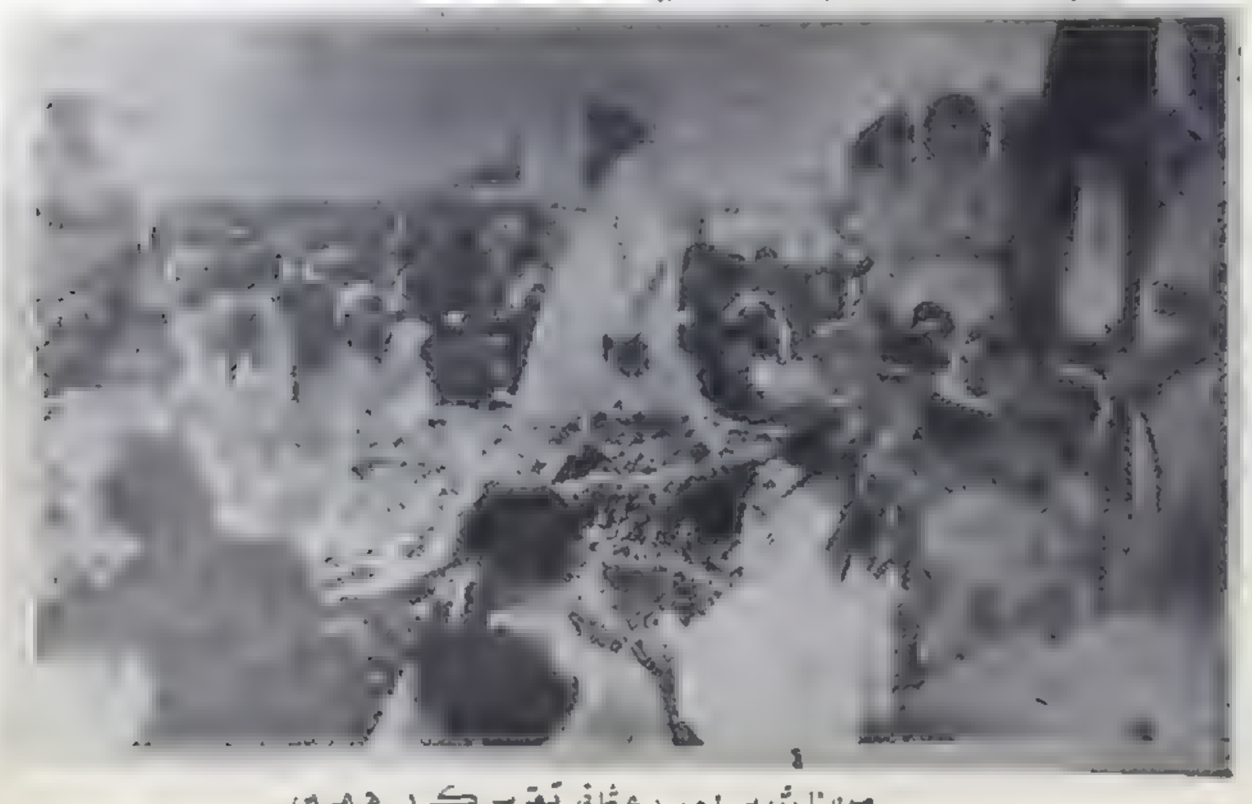
جلوس ابھی دور تھا اس لئے قائد اعظم کی زندگی کے حالات اور حصول پاکستان کے لئے ان کی سعی مسلسل کا ذکر کیا گیا۔ قائد اعظم کی شخصیت کے نمایاں خدوخال بیان کئے گئے۔ اتنے میں جلوس قریب آگیا۔ لاکھوں نفوس کا ہجوم تھا لیکن انضباط کا یہ عالم تھا کہ اس شدت غم اور اس اندوہ کے باوجود مکمل خاموشی تھی۔ آنکھیں پرنم تھیں لیکن لبوں پر مہر سکوت تھی۔ جلوس بڑھتا چلا گیا۔ صدیق احمد صدیقی اور ذوالفقار عظیم حال سنا رہے تھے۔ جلوس ریڈیو پاکستان بینڈ کوارٹرز سے گزر گیا

سوا چار بجے جلوس نمائش کے میدان میں پہنچا اور وہاں سے جناب بخاری اور پھر ذوالفقار عظیم اور صدیقی نے غم و اندوہ کا حال سنایا۔

عین پانچ بجے نماز جنازہ کھڑی ہوئی۔ مبصرین خاموش ہو گئے۔ اللہ اکبر کی آواز آئی۔ عام طور سے تکبیر میں شوکت، عظمت، سطوت اور جلال ہوتا ہے آج کی تکبیر میں غم اور حزن و ملال کے جذبات تھے۔ نماز جنازہ کے بعد شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی نے قائد اعظم کے متعلق ایک خطبہ پڑھا۔ مائیکروفون کا منہ شیخ الاسلام کے پاس لے جانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ مائیکروفون بہت دور تھا اور ہجوم بے انداز۔ مگر عزم نے یہ مشکل بھی آسان کر دی اور ملت پاکستان نے ہر مقام پر شیخ الاسلام کی تقریر سنی۔

چھ بجے کے قریب حضرت قائد اعظم کا جنازہ مرقد کے قریب لایا گیا وہاں تمام غیر ملکی سفیر موجود تھے۔ دولت پاکستان کے راکین بھی تھے۔ لوگوں کا اضطراب بہت بڑھ گیا۔ سب لوگ مرقد کے قریب جمع ہو گئے تاکہ آخری دفعہ اپنے محبوب قائد کے روئے مبارک کی زیارت کر لیں۔ قائد اعظم کے چہرے سے کفن ہٹا دیا گیا۔ ایک نحیف سا چہرہ لیکن وہی خوشنما، وہی عزم، وہی تبسم جو زندگی میں بھی ان کے چہرے پر نظر آتی تھی اب بھی موجود تھی۔ کفن کے ہٹتے ہی یہ عالم ہوا جیسے پروانے شمع پر گرتے ہیں۔ ہر دل میں ایک نشتر سا چبھ کر رہ گیا۔ آنکھیں ابل پڑیں، چہروں سے رنگ اڑ گیا

وزیر اعظم لیاقت علی خاں اس ماتم میں پیش پیش تھے۔ رائل پاکستان ایئر فورس کے جہازوں نے مرقد پر پھول برسائے۔ ... کچھ وقت کے بعد قائد اعظم کے جسد مبارک کو نہایت آہستگی سے مرقد کے سپرد کر دیا گیا۔ ملت پاکستان کے غمزدہ فرزند اپنی متاع عزیز کو دفنا کر



مولانا شبیر احمد عثمانی تقریر کر رہے ہیں

واپس ہوتے اور آنکھوں دیکھا حال سواسات بجے ختم ہوا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ برصغیر پاک وہند میں اس سے قبل ایسی کامیاب O.B نہیں ہوئی۔

اور سورج غروب ہوگیا

ایک صحافی کے تاثرات (نمائندہ اعلاق)

تاریک رات کے بعد ابھی صبح طلوع نہیں ہوئی تھی اور رات بھر کی غنودگی سے ابھی فضائیں اونگھ رہی تھیں۔ دارالسلطنت کراچی کی سربفلک عمارات کے چھوٹے چھوٹے فلیٹوں میں کہیں کہیں روشنی نظر آرہی تھی اور مسلمان خداوند عالم کے حضور سجدہ گزار ہونے کے لئے وضو کررہے تھے۔ کائنات بند کے خمار سے آہستہ آہستہ بیدار ہورہی تھی کہ سائیکل سوار اور بوکھلاتے ہوئے پیدل ہاکر اخباروں کے بنڈل بغل میں دباتے چاروں طرف پھیل گئے در و دیوار اور مہاجر و انصار نے وہ دل ہلا دینے والی خبر سنی جسے سن کر ایک لحہ کے لئے اونگھتی ہوئی تاریکیوں پر موت کی افسردگی چھاگئی، اور چاروں طرف سے سربفلک عمارات اور گلی کوچوں سے دل ہلا دینے والی چیخیں بلند ہوئیں۔ عورتوں نے چھاتیاں پیٹ لیں، نوجوان بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگے، سونے والے چونک چونک کر جاگتے گئے اور بجلی کی طرح یہ خبر دارالسلطنت میں گشت کرگئی کہ مسلمانوں کا وہ محبوب قائد مرگیا جس نے نیم مردہ قوم کو زندگی بخشی تھی۔ وہ شمع ہمیشہ کے لئے بجھ گئی جس کی شعاؤں نے اسلامی دنیا کے گوشے گوشے کو منور کررکھا تھا۔

ایک مدت سے مسلمان اپنے محبوب قائد کی آواز سننے کو بیتاب تھے۔ ایک مدت سے ان کا محبوب قائد خرابی صحت کی وجہ سے زیارت گیا ہوا تھا اور اب اس قوم کے لئے ان کا انتظار سوہان روح ہوتا جارہا تھا۔ قوم کے انتظار اور اضطراب کے پیش نظر حکومت پاکستان نے سرکاری طور پر اعلان کیا تھا کہ قائداعظم روبصحت ہیں اور ان کی حالت خطرے سے باہر ہے۔ اس اعلان نے عوام کے اضطراب کو ایک حد تک مطمئن کردیا تھا لیکن ان کا انتظار بدستور شدید سے شدید تر ہوتا چلا گیا۔ اور بارہ ستمبر کی اس خونیں صبح کو منتظر چشم براہ قوم نے سنا کہ ان کے ٹوٹے دلوں کا سہارا اور ان کے طوفان میں گھرے ہوئے سفینے کا ناخدا رات دس بج کر پچیس منٹ پر انہیں ہمیشہ کے لئے داغ جدائی دے گیا اور وہ کبھی اس کی آواز نہیں سن سکیں گے۔ وہ کبھی اس محبوب قائد کی مبارک صورت کی زیارت نہیں کرسکیں گے اور قوم نے رنج والم کی شدت سے اپنے بال نوچ ڈالے۔ گریبان تار تار ہوگئے۔ آہ وفغاں اور گریہ وزاری نے دارالسلطنت کو اپنی آغوش میں چھپالیا۔

روتے ہوئے لوگوں کے گروہ، چلاتی ہوئی عورتوں کا سیلاب دیوانہ وار گورنر ہاؤس کی طرف بڑھا۔ جیسے وہ اس چاردیواری کے افسردہ ماحول میں اپنے محبوب قائد کو تلاش کرنے جارہے تھے، جیسے دل شکستہ بندوں کا یہ طوفان اپنے ٹوٹے ہوتے دلوں میں سینکڑوں فریادیں دبائے اپنے خدا سے اپنے محبوب قائد کی واپسی کی بھیک مانگنے بڑھا چلا جارہا تھا اور تھوڑی دیر میں گورنر ہاؤس کے باہر چاروں طرف اشک بار لوگوں کا اس قدر ہجوم اکٹھا ہوگیا کہ زمین سے آسمان تک چیخوں، آہوں اور نالوں کی آواز کے سوا کچھ سنائی نہیں دیتا تھا۔ یوں معلوم ہورہا تھا جیسے ساری دنیا اور ساری دنیا میں آباد ساری مخلوق رورہی ہے۔ جیسے کہ آج ایک اتنا بڑا حادثہ پیش آگیا تھا کہ انسان اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھا تھا۔ اور پھر روتے ہوئے انسانوں کا یہ سیلاب بڑھتا چلا گیا اور گورنر ہاؤس کا آہنی دروازہ یوں ٹوٹ گیا جیسے وہ لکڑی اور لوہے سے نہیں بلکہ کاغذ اور گتے سے نمائشی طور پر بنایا گیا تھا۔

گورنر ہاؤس کی عمارت پر موت کی افسردگی طاری تھی اور گورنر ہاؤس ایک ایسا مزار دکھائی دے رہا تھا جس میں زندگی ہمیشہ کے لئے خودکشی کرچکی ہو۔

بابائے ملت کا جھنڈا ہمیشہ کے لئے سرنگوں ہوچکا تھا۔ وہ پرچم جو عوام کی ہمتوں کا علمبردار تھا ان کے محبوب راہنما کا جھنڈا جس کے سامنے اس کی قوم کے سر عزت اور عقیدت سے جھک جایا کرتے تھے آج بھی اس کی قوم اس کے لئے سوگوار تھی۔ آج بھی جھنڈا وہیں تھا لیکن وہ نہیں تھا جس کی ذات سے اس جھنڈے کو سربلندی کا فخر حاصل تھا۔ اور وہ اب کبھی نہیں آئے گا۔ اس کی قوم زندگی بھر اس کا ماتم کرے گی۔ اشک بار آنکھیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کی یاد میں آنسو بہاتی رہیں گی۔ اور وہ ـــــ خداوند بزرگ و برتر کی امانت تھی۔ اسے اس نے اپنے حضور میں بلا لیا اور کسی نے کہا کہ یہ جھنڈا اب کبھی اس شان سے نہیں لہرائے گا۔ کہنے والے کی آواز میں کتنا غم اور کتنی حسرت تھی۔

ہجوم بڑھتا گیا۔ کراچی کے محلوں۔ بازاروں سے سندھ کے قریبی شہروں اور ملحقہ دیہاتوں سے سوگوار لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہوتا گیا۔ اور قوم کی آہ وزاری سے یوں معلوم ہورہا تھا جیسے زمین وآسمان ابھی ہلنے لگیں گے اور یہ ساری کائنات آہوں اور آنسوؤں کے اس سیلاب میں بہہ جائے گی جو لحہ بہ لحہ شدید تر ہوتا چلا جارہا تھا۔

پونے تین بجے وزراء پاکستان، بڑے بڑے حکام اور ممالک غیر کے سفراء اس ہال میں پہنچے جہاں بابائے ملت کی نعش رکھی تھی۔ سر محمد ظفراللہ نے قائداعظم کے چہرہ مبارک سے چادر اتاری تاکہ کوئی جانے والے کے آخری دیدار کی سعادت سے محروم نہ رہ جائے۔ اور نور کی شعاعوں سے کمرہ منور ہوگیا۔ حاضرین نے حسرت بھری نگاہوں سے اپنے محبوب قائد کی طرف دیکھا اور پھر جنازہ مرتب کرنے کے لئے نعش کو ملحقہ کمرے میں لے جایا گیا۔ قوم کے افراد نے اپنے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے اس مبارک اور متبرک ہستی کا جنازہ مرتب کیا جو زندگی میں انہیں اپنی جان سے زیادہ محبوب تھی۔ سر محمد ظفراللہ۔ آقائے لیاقت علی خاں۔ سردار عبدالرب نشتر۔ پیر الٰہی بخش۔ سید میراں شاہ وزیر سندھ کاندھا دے کر بابائے ملت کے جنازہ کو باہر لائے اور پھولوں سے لدا ہوا ملک وملت کا یہ خزانہ عوام کے آخری دیدار کے لئے گورنر ہاؤس کے بیرونی صحن میں رکھ دیا گیا۔

چہرے پر نور چمک رہا تھا۔ آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند ہوچکی تھیں اور چاروں

قائداعظمؒ کی وفات کی خبر سن کر حرکت قلب بند ہوگئی

راولپنڈی ۱۶ ستمبر۔ گوجرخان کے قریب جھنڈا نامی ایک گاؤں میں ایک خاتون جب قائداعظم کی وفات کی خبر سنی تو اس نے "آہ" کی اور حرکت قلب کے رک جانے سے اسی وقت اس دار فانی سے رخصت ہوگئی۔ (ا۔پ)

طرف سلگتی ہوئی موم بتیاں بابائے ملت کی موت پر آنسو بہا رہی تھیں اور شکستہ دل جان نثار ایک ایک کرکے دیدار سے فیض یاب ہوتے ہوتے گزرتے چلے جا رہے تھے۔

قائداعظم کا آخری دیدار ——— زندگی میں آخری بار اور پھر کبھی نہیں، قیامت تک نہیں۔ ایک سورج جو ۷۱ سال تک چمکتا رہا۔ ایک نور جس کے آغوش میں قوم مستقبل سے بے نیاز ہو گئی تھی آج ہمیشہ کے لئے آنکھوں سے اوجھل ہو جانے والا تھا۔ لوگ رو رہے تھے اور کئی دیدار کرتے کرتے فرطِ غم سے بے ہوش ہو کر گر گئے۔ سردار عبدالرب نشتر بلک بلک کر رونے لگے۔ حافظ قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے اور قرآنی آیات کی مقدس تلاوت آہ وزاری کے اس دردناک نالوں سے ہم آہنگ ہو گئی تھی۔ زبان تلاوتِ قرآن اور آنکھیں اشک باری میں مصروف تھیں۔ کتنے آنسو تھے جو قرآن پاک کے اوراق میں جذب ہو گئے، کتنی آہیں تھیں جو گورنر ہاؤس کی ان فضاؤں میں جذب ہو گئیں جہاں بابائے ملت کی آواز گونجا کرتی تھی اور اب جب ان کا جنازہ ایک توپ کی آواز سے چلنے والی گاڑی میں رکھا گیا تو لاکھوں بے جان انسانوں کا سمندر آہستہ آہستہ متحرک ہونے لگا۔ اس وقت ٹھیک تین بجے تھے پولیس کے پچاس سپاہی گاڑی کے آگے آگے چلے جا رہے تھے اور پیچھے شاہی پاکستانی بحریہ، بری فوج اور ہوائی بیڑے کے پچاس پچاس نوجوان تھے اور جب بابائے ملت کا جنازہ گورنر ہاؤس کے دروازے تک پہنچا تو لاکھوں غمزدہ مسلمان کلمہ طیبہ کی تلاوت کر رہے تھے۔ انہوں نے حسرت بھری نگاہوں سے اپنے لٹے ہوئے سرمایہ حیات کی طرف دیکھا اور خواہش ظاہر کی کہ وہ اس مبارک اور متبرک بوجھ کو گاڑی کی بجائے اپنے کندھوں پر بابائے ملت کی آخری آرام گاہ تک لے جائیں گے۔

زندگی بھر اس مردِ مومن نے پوری قوم کے بوجھ کو اپنے نحیف و نزار کندھوں پر اٹھائے رکھا اور زندگی کی آخری سانس تک وہ قوم کے مفاد کے لئے جدوجہد کرتا رہا۔ اپنی بیماری سے بے نیاز، اپنی کمزوری سے بے پرواہ۔ اور آج اس کی قوم کا ہر فرد جو اس کے ایک اشارے پر اپنے خون کا آخری قطرہ تک قربان کرنے کو تیار تھا اس مبارک بوجھ کو اپنے کندھوں پر اٹھانے کے لئے تیار تھا۔ لیکن حکام کی استدعا پر لوگوں نے سر جھکا دیئے اور دونوں طرف لائنوں میں کھڑے ہو گئے۔ جس گاڑی پر بابائے ملت کا جنازہ رکھا تھا اس کے دونوں طرف پاکستان کے وزیراعظم آنجناب لیاقت علی خاں، سر محمد ظفر اللہ، سردار عبدالرب نشتر، پیرزادہ عبدالستار، مسٹر منڈل، پیر الٰہی بخش اور میاں محمد شاہ تھے۔ سب کے چہروں پر افسردگی طاری تھی جیسے یہ لوگ اپنے ہاتھوں اپنی زندگی کا عزیز ترین سرمایہ لٹانے جا رہے تھے۔ مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح کی کار جلوس کے ساتھ جا رہی تھی۔ آپ نے سیاہ لباس پہن رکھا تھا اور ان کی آنکھیں متواتر رونے سے سرخ ہو چکی تھیں۔ قوم اپنے محبوب رہنما کو رو رہی تھی اور وہ اپنے اس بھائی کے لئے آنسو بہا رہی تھیں جن کے لئے انہوں نے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ لاکھوں آدمیوں کا یہ جلوس انتہائی نظم و ضبط کے ساتھ کلمہ طیبہ کی تلاوت کرتے ہوئے آہستہ آہستہ جنازہ کے ساتھ چلا جا رہا تھا اور وکٹوریہ روڈ، الفنسٹن سٹریٹ سے ہوتا ہوا بابائے ملت کا جنازہ بندر روڈ پہنچا۔ مکانوں، چھتوں اور درختوں پر چڑھے ہوئے لوگ قائداعظم کے جنازے کو دیکھ رہے تھے اور دو میل کے اس راستے پر سڑک کے دونوں طرف لوگوں کا ہجوم اپنے محبوب قائداعظم کی موت پر اشکبار تھا



جنازہ کے پیچھے سیاہ علم

جنازے کے پیچھے چار معزز شہری سیاہ علم لئے ہوئے چلے جا رہے تھے جن پر پنج تن پاک کے اسمائے مبارک نقش تھے۔ اس سیاہ علم کے پیچھے کئی سیاہ جھنڈے عوام کے غم و اندوہ کے مظہر تھے۔ ساڑھے چار بجے عوام کا یہ جلوس نمائش گاہ کے میدان میں جہاں قوم کے باپ کو آخری بار جانا تھا پہنچا۔ لاکھوں انسانوں کا ایک سمندر تھا جو غم بھرے دلوں اور اشک بھری نگاہوں سے بابائے ملت کو خراجِ عقیدت پیش کرنے آیا تھا۔ میدان میں ایک سیاہ ستون قوم کے باپ کی موت کی خبر دے رہا تھا۔ ایک سیاہ ستون کے نیچے دل گرفتہ عوام نے نمازِ جنازہ ادا کی۔

بابائے ملت کا جنازہ اس ستون کے قریب زمین پر یوں رکھ دیا گیا کہ ان کا چہرہ مبارک کعبہ شریف کی سمت تھا۔ مولانا شبیر احمد عثمانی نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اگلی قطار میں وزیر اعظم پاکستان آقائے لیاقت علی خاں، مسٹر جے این منڈل، اسلامی ممالک کے سفراء اور مرکزی صوبجات کے دوسرے وزرا تھے۔ نمازِ جنازہ ختم ہو گئی تو مولانا شبیر احمد عثمانی نے غمزدہ لوگوں کے اس گروہ کو مخاطب کیا۔

"اب قائد اعظم ہم میں موجود نہیں ہیں جو قوم کی راہنمائی کر سکیں مگر قائد اعظم کی ہدایات اور اسپرٹ قوم کی رہنمائی کرتی رہے گی۔ قائد اعظم کی وفات صرف پاکستان ہی کا نقصان نہیں ہے بلکہ یہ ساری اسلامی دنیا کا نقصان ہے۔ قائد اعظم نے قوم کے دلوں پر قبضہ کر لیا اور ان پر حکمرانی کی۔ سیاستدان کی حیثیت سے قائد اعظم کی مثال نہیں ملتی۔ قائد اعظم کو کوئی خرید نہیں سکتا تھا نہ ان کو کوئی بیوقوف بنا سکتا تھا۔

وہ ایک غریب اور غیر تعلیم یافتہ قوم کے لیڈر تھے اس لئے انہوں نے اپنی تمام راحتوں پر لات مار دی تھی اور رات دن وہ اپنی قوم کی بہبودی کے لئے کام کرتے تھے۔ قائد اعظم نے اسلام کی وہی عظمت کر دی جو اورنگ زیب کے زمانے میں تھی۔ اور اس سرزمین کے مسلمان اس احسان پر ہمیشہ ان کے ممنون رہیں گے۔

اور مولانا کی مغموم آواز نے اس اداس ماحول کو اور بھی غمناک بنا دیا۔ ایک پٹھان جس کی ساری زندگی گولیوں کی بوچھاڑ میں انسانی زندگیوں سے کھیلتی گزری تھی زار و قطار رو رہا تھا۔ ایک دوسرے سفید ریش بزرگ رونے روتے بے ہوش ہو چکے تھے اور ایک غریب مزدور مجمعے کے پیچھے اپنا سر پیٹ رہا تھا۔

ہر طرف ہر سمت رنج تھا، الم تھا، ایک عالمگیر ماتم تھا۔ بحری اور ہوائی فوج کے افسران نے بابائے ملت کا جنازہ اٹھایا اور ایک فرلانگ دور قبر کے پاس لے جایا گیا۔ جنازہ کے دونوں طرف فوج کے تین بڑے بڑے افسر تھے۔ پاکستان میں برما کے سفیر ہز ایکسی لینسی مسٹر یو۔ پی کن نے بھی کچھ دور تک جنازہ کو کاندھا دیا اور وہ زار و قطار رو رہے تھے۔ جب بابائے ملت کا جنازہ قبر کے پاس پہنچا تو پاکستانی فضائیہ کے طیاروں نے غوطے لگا کر جنازہ پر پھولوں کی بارش کی۔ یوں معلوم دے رہا تھا جیسے چیختے اور چلاتے ہوئے ہوائی جہاز قوم کے باپ کو آخری سلامی دے رہے ہیں چھ بج کر ۲۴ منٹ وہ لمحہ تھا جب بانی پاکستان حضرت قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ ان کی آخری آرام گاہ میں اتارا گیا۔

آقائے لیاقت علی خاں نے دوسرے وزرا کی مدد سے بابائے ملت کی نعش قبر میں اتاری اور پھر اپنے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے بابائے ملت کو سب سے پہلے مٹی دی اور پھر چند لمحوں میں کانپتے ہوئے ہاتھوں اور تڑپتے دلوں سے سرزمین پاکستان میں بانی پاکستان کو ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا گیا۔ شام کی تاریکی آہستہ آہستہ پھیلتی گئی اور بابائے ملت کے مزار پر عقیدت مندوں کا ہجوم بدستور تلاوت قرآن اور نعت خوانی میں مصروف رہا۔ سورج غروب ہو گیا۔

منوں مٹی کے نیچے اپنی آرام گاہ میں ہمیشہ کے لئے۔

بیس افراد بے ہوش ہو گئے

کراچی ۱۲ ستمبر۔ تقریباً بیس افراد اپنے محبوب رہنما کو میٹھی نیند سوتا دیکھ کر فرطِ غم سے بدحواس ہو گئے۔ وہ ... بیں کوئی شدھ بدھ نہ رہی۔ مرد، عورتیں اور بچے نشتر بچوں کی طرح رو رہے تھے۔

پیغامات

پیغام ملت کے نام

ریڈیو پاکستان کراچی سے ۲۷ ستمبر ۱۹۴۸ء کو نشر ہوا

محترمہ فاطمہ جناح

اس نقصان عظیم سے جو میرے بھائی کی وفات سے مجھے اور ملت کو پہنچا ہے مجھ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے لیکن اس حالت میں بھی میں نے یہ ضروری سمجھا ہے کہ قوم سے مخاطب ہو کر ان کے اظہار ہمدردی کا تہ دل سے شکریہ ادا کروں۔ غم اور ہمدردی کے اس ہمہ گیر اظہار نے جو ہر مرد، عورت اور بچے کے دل سے نکلا ہے مجھے سراپا تشکر بنا دیا ہے دور دراز ملکوں کے ادنیٰ و اعلیٰ، امیر و غریب ہر طبقے کے لوگوں نے مجھے ہمدردی کے پیغامات بھیجے ہیں۔ میں ان سب کا دلی شکریہ ادا کرتی ہوں میں اپنی قوم کے عوام، غریبوں اور مزدوروں کی خاص طور سے شکرگزار ہوں جن کے آنسو ابھی تک خشک نہیں ہوتے اور جنہوں نے بابائے ملت کے انتقال پر ملال پر، انفرادی طور سے نہیں بلکہ اجتماعی طور پر اپنے بے پایاں غم و اندوہ اور ہمدردی کا اظہار کیا ہے۔ ہمدردی کے اس اظہار نے مجھے غم کی اس تاریک ساعت میں سہارا دیا ہے۔ اس نے میرا بوجھ ہلکا کر دیا ہے اور مجھے اس قابل بنا دیا ہے کہ میں یہ غم برداشت کر سکوں۔

رضائے الٰہی یہی تھی کہ قائد اعظم پاکستان کے قیام کے ایک سال بعد تک زندہ رہیں۔ تاہم انہوں نے اس قلیل عرصے میں اس مملکت کی بنیادوں کو اس طرح استوار کر دیا ہے کہ انہیں آسانی سے متزلزل نہیں کیا جا سکتا۔ اس موقع پر میں قائد اعظم کے آخری پیغام کے کچھ الفاظ آپ کو یاد دلانا چاہتی ہوں۔

انہوں نے فرمایا تھا :۔



محترمہ فاطمہ جناح پیغام نشر فرما رہی ہیں

"قدرت نے آپ کو ہر نعمت عطا کی ہے۔ اس نے اپنے لامحدود ذرائع بخشے ہیں۔ آپ کی مملکت کی بنیادیں مستحکم ہو چکی ہیں اور کم سے کم مدت میں اس کی بہتر سے بہتر تعمیر آپ کے ہاتھ میں ہے پس قدم اٹھایئے خدا آپ کا حامی و ناصر ہے۔"

یہ پیغام واضح ہے۔ وقت کے تقاضے فوری اور اہم ہیں۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ اپنے ملک کو صنعتی اور اقتصادی طور پر مضبوط بنائیں تاکہ یہ ہر خطرے کا مقابلہ کر سکے۔ پاکستان ابھی عہد طفلی میں ہے۔ اس کے بانی اور معمار نے ایک ورثہ اور مقدس امانت آپ کے لئے چھوڑی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اسے گذشتہ اسلامی عظمت اور روایات کے شایانِ شان مملکت بنانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ رکھیں گے۔ قائد اعظم ملت کے دلوں میں ایک پائندہ یادگار چھوڑ گئے ہیں۔ ان کی زندگانی ہر پاکستانی کے لئے مشعل راہ ہے۔ ان کی وفات کے بعد بھی میری ناچیز خدمات ملت کے لئے اسی طرح وقف ہیں جیسی کہ ان کی زندگی میں تھیں۔ پاکستان کی تعمیر کا وہ مقصد جو میرے پیارے بھائی کو اس قدر عزیز تھا میں اس کے لئے ہر ممکن کوشش کروں گی اور مجھے کامل یقین ہے کہ آپ اس کام میں میرے معاون اور مددگار ہوں گے۔

پاکستان زندہ باد

> **قائد اعظم فرماتے ہیں**
>
> اسلامی تعلیمات کی درخشندہ روایات و ادبیات کس امر پر شاہد ہیں۔ دنیا کی کوئی قوم جمہوریت میں مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی جو اپنے مذہب میں بھی جمہوری نقطہ نظر رکھتے ہیں

پیامِ استقلال

نشریہ کراچی ۱۲ ستمبر ۱۹۴۸ء ۸½ بجے شب

وزیر اعظم پاکستان لیاقت علی خاں

ہماری ملت کے رہبر، ہماری مملکت کے سردار اور پاکستان کے معمار آج ہم سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔ ہمارے محترم اور محبوب قائد اعظم ملت اسلامیہ کو داغِ مفارقت دے گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدائے تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ اس وقت جب کہ پاکستان بلکہ دنیا کے مسلمانوں کو قائد اعظم کی رہبری اور دانش کی ضرورت تھی وہ ہم سے علیحدہ ہو جائیں۔

قدرتی بات ہے کہ یہ صدمہ ہم پر انتہائی غم طاری کر دے لیکن رنج و الم کی گھڑی میں میں ہر پاکستانی سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس دلی درد سے متاثر ہو کر اپنے اوپر مایوسی کو مسلط نہ ہونے دے بلکہ اپنے دل کو مضبوط اور اپنے ارادے کو مستحکم کر کے اپنی زندگی کو پاکستان کی خدمت کے لئے وقف کر دے۔

مجھے اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ تاریخ قائد اعظم کا شمار دنیا کی عظیم ترین ہستیوں میں کرے گی۔ دنیا میں کم آدمیوں کو یہ نصیب ہوا ہے کہ وہ ایک عظیم الشان کام کو ہاتھ میں لیں اور اپنی ہمت، عزم اور دانش سے اس کو اپنی زندگی ہی میں پروان چڑھتے دیکھیں۔ قائد اعظم نے نہ صرف پاکستان کا نصب العین مسلمانوں کے سامنے پیش کیا بلکہ اس کے لئے جدوجہد کر کے دنیا میں سب سے بڑی اسلامی ریاست قائم کر دی۔

قائد اعظم ان برگزیدہ ہستیوں میں سے تھے جو دنیا میں کبھی کبھی پیدا ہوتی

ہیں۔ اپنی تمام زندگی میں انہیں ملت اسلامیہ کی بہبودی منظور تھی اور وہ اسی کے لئے کوشاں رہے۔

قائداعظم کی رہنمائی سے پہلے بھی مسلمان اپنی خامیوں سے خوب واقف تھے اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ جس انحطاط کو وہ پہنچ چکے ہیں اس سے نکل کر ترقی کی منزل پر گامزن ہوں۔ لیکن وہ واضح طور پر نہیں جانتے تھے کہ انہیں کیا کرنا چاہئیے۔ چنانچہ انہوں نے جتنی جدوجہد اور جو جو قربانیاں کیں وہ بااثر تو ثابت ہوئیں لیکن اس حد تک نہیں کہ اپنے مقصد کو پالیں۔

قائداعظم نے اپنی جہاں بین اور دور رس نظروں سے دیکھ لیا کہ جب تک قوم کے سامنے منزلِ مقصود واضح طور پر نہ رکھ دی جائے اور جب تک انہیں ایک مرکز پر اور ایک ہی پرچم کے نیچے جمع نہ کیا جائے کسی چیز کے حصول کی امید بیکار ہے۔

قائداعظم اس عظیم الشان کام کو سرانجام دینے کے لئے کئی خداداد توفیق رکھتے تھے۔ اوّل تو ان میں ایک ایسا تخیل اور سیاست پر ایک ایسا عبور تھا جو باریک بین ہونے کے باوجود گذشتہ اور آئندہ پر ایک ہی جست میں حاوی ہو جاتا تھا۔ مسلمانوں کی حالت کا جائزہ لینے کے بعد انہیں اچھی طرح سے معلوم ہوگیا تھا کہ ہماری منزلِ مقصود کون سی ہے اور ہمارا نصب العین کیا ہے۔

اس کے ساتھ ہی ان کو خدا نے ایک ایسا آہنی عزم عطا کیا تھا جو کسی مشکل اور رکاوٹ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے انہیں اور قوم کو آگے لئے چلا جاتا تھا۔ وہ اپنے ارادے پر ایسی مستقل مزاجی سے قائم رہتے تھے جو ہر مسلمان کے دل میں جوش اور نصرت کے جذبات کو ابھارتا تھا۔ ان کی قیادت میں ہر شخص یہ محسوس کرتا تھا کہ کوئی مشکل ایسی نہیں جس پر ہماری ملت قابو نہ پا سکے گی۔

اس فہم اور سیاست، اس عزم و ارادے کے ساتھ قائداعظم میں یہ خوبی بھی تھی کہ وہ دن رات کام کر سکتے تھے اور کوئی فروعی چیز ان کی توجہ مبذول نہیں کرا سکتی۔ قائداعظم جس اولوالعزمی سے آخر دم تک دن رات ملت کے لئے کام کرتے رہے، وہ ملت اسلامیہ کے لئے ہمیشہ ایک مثال کا کام دے گی اور ہر فرد کے لئے مشعلِ ہدایت بنے گی۔

قائداعظم کی ذات کے یہی کمالات تھے جنہوں نے ملتِ اسلامیہ میں ایک نئی روح پھونک دی اور ہر مرد، عورت اور بچے کے دل میں پاکستان کے حصول کے لئے ایک گہرا جوش پیدا کر دیا۔ اسی جوش سے متاثر ہو کر مسلمانوں نے ایسی قربانیاں کیں جن کی مثال تاریخ میں کم ملتی ہے اور پاکستان کو حاصل کیا۔

اب جب کہ قائداعظم ہم میں نہیں ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اسی راستے پر، اسی صراط المستقیم پر چلیں جو وہ دل میں رکھتے تھے تاکہ ایک دن اپنی منزلِ مقصود پر پہنچ سکیں۔ جو لوگ ہمت اور اولوالعزمی سے کام لیتے ہیں خدا کی مدد ہمیشہ ان کے شاملِ حال رہتی ہے۔

ہمارا فرض ہے کہ جس عظیم الشان عمارت کی بنیاد قائداعظم نے اخوت، برابری اور آزادی کے اسلامی اصولوں پر رکھی ہے اس کو ہم آسمان تک لے جائیں۔

نہ صرف پاکستان قائم کرنے میں ہمیں بے شمار مشکلات کا سامنا کرنا پڑا بلکہ اس کے قیام کے بعد بھی ایک کے بعد دوسری مصیبت کا زیربار ہونا پڑا۔

آج نہ صرف پاکستان ہی کے مسلمانوں کو مصائب سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے بلکہ تمام عالم کے مسلمان مشکلات سے گھرے ہوئے ہیں۔ اس وقت ہمیں قائداعظم کی رہبری کی بہت ضرورت تھی۔ اس وقت ضرورت تھی کہ ان کی فراست، ان کا تجربہ اور ان کا عزم قدم قدم پر ہمارے ساتھ ہوتا۔

لیکن اس صدمے سے ہمیں پریشان نہیں ہونا چاہئیے۔ ہمیں وہی کرنا چاہئیے جو قائداعظم کرنا چاہتے تھے یعنی پاکستان کی حفاظت اور ترقی کے لئے دن رات کی کوشش اور محنت۔ آج ہم پر فرض ہے کہ اپنے تمام تفرقے مٹا کر ایک ہو جائیں اور اپنی جانیں پاکستان کے لئے وقف کر دیں۔

میں اور حکومت کے دوسرے وزراء نے آج پھر اپنی زندگیوں کو پاکستان کی خدمت کے لئے وقف کر دیا ہے اور ہم خداتعالیٰ کے سامنے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم ہمت اور عزم کے ساتھ اس کام کو جاری رکھیں جس کے لئے قائداعظم نے پاکستان کے قیام کے بعد اپنی زندگی کو وقف کر دیا تھا۔ قوم کو قائداعظم کی وفات سے جو صدمہ پہنچا ہے اور جو رنج سب پر طاری ہے اس کا میں خوب اندازہ کر سکتا ہوں لیکن خود مجھے صدمہ ہوا ہے اور میں جس کرب میں مبتلا ہوں اس کا پورا اندازہ شاید اور کوئی نہیں کر سکتا۔

پچھلے بارہ سال سے جب کہ مسلم لیگ کا نیا دور شروع ہوا مجھے قائداعظم کا رفیقِ کار ہونے کا فخر حاصل ہے۔ ہمیں نشیب و فراز سے گزرنا پڑا اور کئی طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس رفاقت کے عرصے میں جو التفات وہ مجھ سے برتتے تھے اور جس اعتماد کا ہمیشہ اظہار کرتے تھے اس کی یاد میری زندگی کا بہترین خزانہ ہے۔ قائداعظم کی وفات سے میں اپنی زندگی میں ایک بہت بڑی کمی کا احساس کرتا ہوں لیکن اس فانی دنیا میں بقا صرف اللہ ہی کو ہے اور ہمارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم اللہ کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیں۔ ہر پاکستانی کا فرض ہے کہ وہ تمام فروعی اور غیر ضروری چیزیں جو اس کو سیدھے راستے سے بھٹکا سکتی ہیں یا جو اس کی توجہ اور انہماک کو ہٹا سکتی ہیں نظرانداز کر دے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ ہمارے بدخواہ یہ کہہ سکیں کہ ہم اس قابل نہ تھے کہ قائداعظم ہمارے لئے اتنی قربانیاں کرتے۔

اپنے محبوب اور محترم قائداعظم کے لئے اپنی عقیدت اور محبت کے اظہار کا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں کہ ہم اس نصب العین کو ایک لحہ کے لئے بھی نظرانداز نہ کریں۔ جو قائداعظم نے ہمارے سامنے رکھا ہے اور پاکستان کو ایسی شاندار مملکت بنا دیں جیسا کہ وہ چاہتے تھے۔

قائداعظم کی شخصیت ہمارے قومی استقلال کے زیراثر جو تعمیری کام حکومت پاکستان یا پاکستان کے افراد کریں گے وہ قوم کی طرف سے ہمارے محبوب رہنما کی یادگار ہوگا۔

ہم میں سے ہر ایک کو یہ جان لینا چاہئیے کہ آج ہماری ملت پر امتحان کا وقت ہے اور یہ بھی نہ بھولنا چاہئیے کہ یہ امتحان نہایت کڑا ہے۔ اس امتحان میں ہم اسی حالت میں کامیاب ہو سکتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک جان و مال سے دریغ نہ کرتے ہوئے پاکستان کے تحفظ کے لئے اپنی انتہائی کوشش کرے۔ ہم اس امتحان میں ناکام نہیں رہ سکتے کیونکہ اس کے نتائج بہت ہولناک ہوں گے اس کے علاوہ ہماری کامیابی تمام اسلامی دنیا کے لئے بھی اشد ضروری ہے۔ اپنی غم زدہ ملت کے نام میرا یہی پیغام ہے اور میں سب سے پھر یہی درخواست کرتا ہوں کہ وہ مایوسی کو اپنے اوپر مسلط نہ ہونے دیں اور اپنی کوشش کو



لیاقت علی خان تقریر کر رہے ہیں

دوگنا کرکے ایک عظیم الشان اور شاندار پاکستان کے اس خواب کو جو قائداعظم نے دیکھا ہے حقیقت میں بدل دیں.

پاکستان زندہ باد

قوم کے نام

نشریہ کراچی ۱۴ر ستمبر ۱۹۴۸ء

گورنر جنرل پاکستان الحاج خواجہ ناظم الدین

پاکستانی بھائیو اور بہنو!

سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے اور اسی کے ہاتھ میں زندگی اور موت ہے۔ فانی اور کمزور انسان کچھ نہیں کر سکتا جب تک خدا تعالیٰ کی مدد اس کے شامل حال نہ ہو۔ انسانی زندگی میں ہر فتح اور برگزیدگی اسی کی طرف سے ہے اور ہمیں ہر حالت میں اس کی رضا پر قانع رہنا چاہیئے.

قدرت ایزدی کو یہی منظور تھا کہ ہمارے محبوب قائداعظم اس فانی دنیا سے رحلت کر جائیں.

ان تین دنوں میں آپ نے ملت اسلامیہ کے ہر فرقے سے ان کے لئے عقیدت اور محبت کے جذبات کے پرخلوص مظاہرے دیکھے ہیں۔ قوم کا ہر مرد، عورت اور بچہ یہی سمجھتا ہے کہ قائداعظم کی وفات اس کا ذاتی اور ناقابل تلافی نقصان ہے اور ہر ایک کو ایسا ہی رنج ہے جیسا کسی قریب ترین عزیز کی وفات سے ہوتا ہے۔ اس موقع پر ساری قوم کو قائداعظم کے لواحقین اور خاص طور پر مس فاطمہ جناح سے دلی ہمدردی ہے اور ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس صدمہ کو برداشت کرنے کے لئے ہمت اور صبر عطا فرمائے.

دنیا میں ایسی ہستیاں کم پیدا ہوتی ہیں جن کو ہر خاص و عام نے اس قدر عقیدت اور اخلاص اور اس قدر محبت اور احترام کا نذرانہ پیش کیا ہو.

یہ اس لئے کہ قائداعظم نے اپنی زندگی کو قوم کے لئے وقف کر دیا تھا اور اپنی زندگی کے آخری وقت تک یہی ایک چیز تھی جو انہیں سب سے عزیز تھی۔ قوم کی محبت اور خدمت یہی ایک جذبہ تھا جو ان کی ساری زندگی پر حاوی تھا۔ خدا تعالیٰ نے جو فہم و فراست، جو اخلاص اور جو عزم ان کو عطا کیا تھا وہ ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا۔ قائداعظم کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ دنیا کی کسی چیز کا لالچ یا خوف ان کو اپنے راستے سے ہٹا نہیں سکتا تھا.

اب جب کہ قوم نے یہ گراں قدر خدمت میرے سپرد کی ہے اور مجھے ان کی کرسی پر بٹھایا ہے تو مجھے اس کا شدت سے احساس ہے کہ دراصل کوئی ان کی جگہ نہیں لے سکتا۔ ان کی ہستی اور ان کا کام عدیم المثال ہیں لیکن مجھ ناچیز کو اس بات کا فخر حاصل ہے کہ میں نے اس پختہ کار اور مدبر ہستی کے قدموں میں کافی وقت گزارا ہے اور اس نکتہ داں اور نکتہ رس کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا ہے میری انتہائی کوشش یہ ہوگی کہ میں ان کے نقش قدم پر چلوں اور اس عالیشان عمارت کی تکمیل جس کا سنگِ بنیاد انہوں نے رکھا تھا ان اصولوں پر ہو جو قائداعظم کے پیش نظر تھے.

قوم کی یہ خوش قسمتی ہے کہ ہمارے وزیراعظم لیاقت علی خاں صاحب بارہ سال قائداعظم کے نزدیک ترین رفیق کار رہے ہیں۔ اس عرصہ میں قومی بہبودی کا

کوئی ایسا مسئلہ درپیش نہیں ہوا جس سے ہمارے وزیر اعظم پوری طرح واقف نہ ہوں اور جس کا انہوں نے گہرا مطالعہ نہ کیا ہو اور جس کے متعلق انہیں قائد اعظم کی رائے کا علم نہ ہو۔ پاکستان میں ان سے موزوں تر کوئی شخصیت موجود نہیں جو ملک کی اس راستے پر رہبری کر سکے جو کہ قائد اعظم کے ذہن میں تھا۔ مجھے یقین کامل ہے کہ اس نازک مرحلے میں قوم وزیر اعظم اور باقی وزراء سے جن کی قابلیت وفاداری اور جذبہ خدمت قوم پر عیاں ہے پورا تعاون کرے گی۔

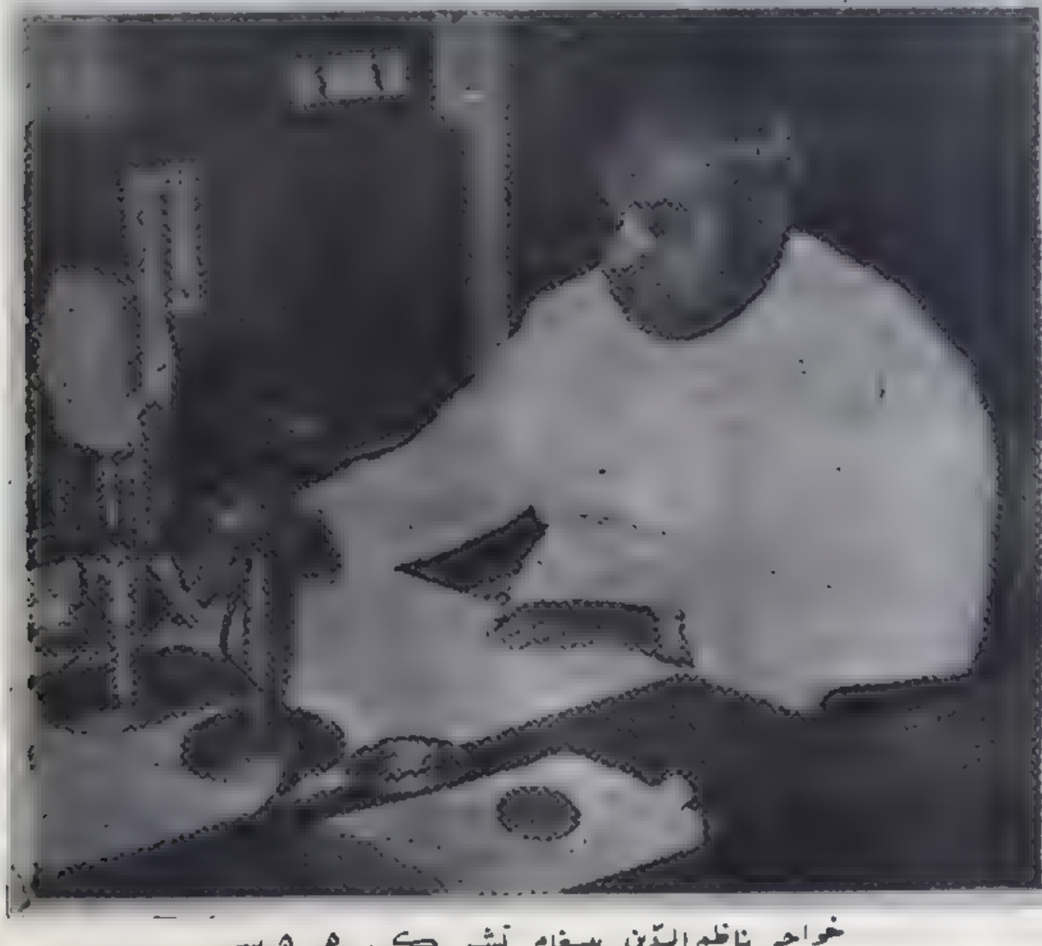
قائد اعظم کی وفات ہمارے لئے ایک مصیبت عظمیٰ ہے لیکن اس موقع پر ہمیں صبر سے کام لینا چاہئے اور اسلام کی تعلیم کو فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ مسلمان کا بھروسہ کسی شخص پر نہیں بلکہ ذات باری تعالیٰ پر ہے۔ ہمیں اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے ملک کے استحکام و بہبودی کے لئے قدم بڑھانا چاہئے میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

ہمارے جو بدخواہ یہ سوچے بیٹھے ہیں کہ قائد اعظم کی وفات سے پاکستان کمزور ہو جائے گا اور ملت اسلامیہ تنزل کر جائے گی وہ غلطی پر ہیں ہم دنیا کو انشاء اللہ دکھا دیں گے کہ ہم ایسے نااہل نہیں کہ قائد اعظم کی قربانیوں کو اکارت جانے دیں لیکن ہم اسی حالت میں کامیاب ہو سکتے ہیں کہ ہماری ملت کا ہر فرد اپنے فرائض سے واقف ہو۔ سب کو جان لینا چاہئے کہ دنیا کی کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی جب تک اس میں اتحاد اور تنظیم نہ ہو۔ اور جب تک وہ یقین راسخ نہ رکھتی ہو۔ جس قوم کے لئے یہ مقدر ہو کہ وہ ترقی کرے اور اپنی کوششوں سے بنی نوع انسان کی خدمت کرے وہ مصیبتوں سے نہیں گھبراتی۔ وہ قربانی کو قربانی نہیں سمجھتی اور کوئی رکاوٹ اور کوئی دشواری اس کے ارادے کو ایک لحہ کے لئے بھی متزلزل نہیں کر سکتی۔

پاکستان کو جن اہم مسائل کا حل ڈھونڈنا ہے اور جن فرائض سے عہدہ برآ ہونا ہے ان میں سب سے بڑا مسئلہ پاکستان کے استحکام اور تحفظ کا ہے پاکستان اس لئے قائم کیا گیا ہے کہ اس مملکت کے رہنے والے اخوت، برابری اور آزادی کے اسلامی اصولوں پر زندگی گزار سکیں اور ہر فرد کو اس کا حق مل سکے۔ پاکستان میں ہر ایک برابر ہے خواہ وہ مالدار ہو یا غریب، خواہ وہ کسی قوم کا ہو اور کسی مذہب کا پیرو ہو اور خواہ وہ پاکستان کے کسی صوبے کا رہنے والا ہو۔ مگر یہ سب پر لازم ہے کہ وہ اپنے ملک کے سچے وفادار ہوں اور اس وفاداری کو اپنی صوبہ جاتی یا ذاتی کششوں یا معاشی اغراض پر یا اپنے قبائلی اور خاندانی رجحانات پر فوقیت دیں۔

جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں پاکستان کے تحفظ کے لئے اتحاد اور تنظیم کی ضرورت ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یقین محکم اور عمل پیہم کی۔

ہمیں ابھی بہت سے کام سرانجام دینے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان کی تمام معدنیات اور اس کے قدرتی وسائل کو استعمال میں لا کر اپنے ملک کو صنعتی ترقی دیں اور اسے دنیا کے اور ملکوں کے دوش بدوش لے آئیں۔ ہماری خواہش ہے کہ ہم ملکی تجارت کو فروغ دے کر قوم کو خوش حال بنائیں۔



خواجہ ناظم الدّین پیغام نشر کر رہے ہیں

ہماری آرزو ہے کہ ہم اپنے نظامِ تعلیم میں ترمیم و اصلاح کرکے اسے مراتب کے ستے عام کر دیں اور ایک ایسا نظامِ تعلیم قائم کریں جو قوم کے افراد کو نہ صرف دماغی ترقی میں مدد دے بلکہ ان کی روحانی پرورش بھی کر سکے۔ سب سے زیادہ ہماری یہ کوشش ہے کہ ہم جلد سے جلد اپنے مہاجر بھائیوں کو پھر سے آباد کریں اور ان کو اور ان کے بچوں کو خوش اور فارغ البال دیکھیں۔

یہ یاد رکھیے کہ دنیا ہمیں ہمارے اعمال سے پرکھے گی ہماری باتوں سے نہیں۔ ہماری تمام تجویزیں خواہ وہ کتنی ہی شاندار ہوں بیکار ہیں اگر ان پر عمل نہیں ہوتا۔

اگر ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے تو دنیا اور خاص طور پر اسلامی دنیا کے لئے ہماری کامیابی ایک نعمت ہوگی۔ اس لئے کہ ہم کسی کے بدخواہ نہیں ہیں اور ہر ایک کو اس کی مشکل میں حتی المقدور مدد دینے کے لئے تیار ہیں۔

اسلامی ممالک پر نظر ڈالیں تو ہر طرف مسلمانوں کو مصائب سے گھرا ہوا پاتے ہیں۔ شمال کی طرف نظر دوڑائیں یا جنوب کا رخ کریں، مشرق کی طرف متوجہ ہوں یا مغرب پر نظر ڈالیں ہم ہر طرف یہی دیکھتے ہیں کہ مسلمان اپنی آزادی اور اپنے حقوق کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ ان سب سے ہمیں ہمدردی ہے۔ ہم ان کی پوری مدد اسی صورت میں کر سکتے ہیں کہ ہم خود مضبوط متحد اور منظم ہوں۔

اگرچہ اسلامی ممالک سے ہمارے خاص تعلقات ہیں۔ ہم باقی دنیا کو بھی غیر نہیں سمجھتے۔ انسانی اخوت پر ہمارا ایمان ہے۔ ہم تمام دنیا کے انسانوں کو بھائی بھائی سمجھتے ہیں۔ ہم امن کے لئے اور تعمیری کاموں کے لئے ہر ایک سے تعاون کرنے کیلئے تیار ہیں۔ دنیا کا ہر ملک خواہ وہ ہمارا ہمسایہ ہو یا ہمارے ملک سے ہزاروں میل دور دنیا کے کسی گوشہ میں واقع ہو۔ خواہ اس کے لوگ کسی نسل کے ہوں اور کسی مذہب کے پیرو ہوں ہم سے بھی دوستی اور مدد کی امید کر سکتا ہے۔ ہم کسی کا حق چھیننا نہیں چاہتے اور ہم ظلم کے خلاف ہیں۔ اس وقت ہم دیکھ رہے ہیں کہ بعض لوگ ظلم سے اوروں کا حق غصب کرنے میں مشغول ہیں۔ ان کو عارضی فتح تو شاید ہو سکتی ہے لیکن یقین رکھو کہ آخری فتح و نصرت صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو نیکوکار ہیں۔ یہ قانونِ قدرت ہے اور تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جو ملک ظلم و استبداد پر عمل پیرا ہوتا ہے آخر میں اس کا حشر سوائے تباہی کے کچھ نہیں ہوتا۔

ہمارا فرض ہے کہ ہم اللہ پر بھروسہ رکھ کر اپنے کام میں کوتاہی نہ کریں ہمیشہ سچائی اور امن کے لئے کوشاں رہیں اور ظلم اور بے انصافی کی مخالفت کریں اور بوقت ضرورت صداقت کے لئے ظالموں کے خلاف اقدام کریں۔

آخر میں میں ہر پاکستانی سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس نازک وقت میں اپنے فرائض میں دوگنی ہمت اور اپنے عزم میں ثابت قدمی سے کام لے اور تمام فروعی چیزوں کو نظرانداز کرکے اپنی حکومت کی پورے خلوص، عقیدت اور محبت سے پیروی کرے اور کوئی ایسا فعل نہ کرے جس سے حکومت کو کسی قسم کا ضعف پہنچے۔

قوم نے جو خدمت میرے سپرد کی ہے میں اس کے لئے شکرگزار ہوں اور سب کو یقین دلاتا ہوں کہ میں ملک اور قوم کی خدمت میں اپنے مال و جان قربان کرنے میں کوئی دریغ نہیں کروں گا اور اپنے محبوب قائداعظم کے نقشِ قدم پر چلنے کی پوری کوشش کروں گا۔ خدا مجھے اس بات کی توفیق دے۔

پاکستان زندہ باد

ذوالفقار علی بھٹو کا تعزیتی مراسلہ

۱۴۲۱۔ ساؤتھ فلاور سٹریٹ۔
لوس انجیلوس۔ ۷۔ کیلی فورنیا۔
۱۱ستمبر ۱۹۴۸ء

مائی ڈیئر سر

میں اس خط کو اپنے رنج و غم کے مخلصانہ اور ناقابلِ بیان اظہار سے شروع کرتا ہوں۔ ہماری زندگی کے اس نازک مرحلہ میں قسمت کے ناپاک ہاتھ نے ہم پر سخت ظلم کیا ہے۔ لیکن ہمیں مشیت ایزدی میں چون و چرا کرنے کا کیا حق ہے۔

یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ ہم اس فیصلہ کن لمحے میں یتیم ہوگئے ہیں۔ جب کہ کسی دوسرے وقت سے بڑھ کر ہمیں اپنے محبوب قائداعظم کے بے پناہ لطف و کرم کی ضرورت تھی ہماری بقا کا انحصار زندگی کے انقلابات کے مقابلے کے لئے لامحدود عزم و ہمت فراہم کرنے پر ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس ہمت افزا تربیت کی بدولت جسے ہمارے قائد نے ہماری رگوں میں پیوست کر دیا ہے ہم ان سب کا سامنا کر سکتے ہیں جو ہمیں درپیش ہیں۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے اور ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ اگرچہ قائداعظم اب ہمارے پاس موجود نہیں ہیں تاہم ان کی پاکیزہ اور معصوم روح ہمارے دل و دماغ میں ہمیشہ ترو تازہ رہے گی۔

خدا ان کی مقدس روح پر اپنا رحم و کرم کرے۔ اس قدر طویل اور تھکا دینے والے کام کے بعد آخر کار انہیں آرام و سکون حاصل ہوگیا ہے۔ ان کی ساری زندگی اپنی قوم کی فلاح و بہبود اور آزادی کے لئے ایک جدوجہد تھی۔

جناب! جو ذمہ داری آپ پر اور پاکستان کے دوسرے رہنماؤں پر عائد ہوتی ہے وہ اب اور بڑھ گئی ہے۔ اور ہم سب کو یقین ہے کہ آپ اپنے فرض کو عزت اور کامیابی کے ساتھ انجام دیں گے۔ آمین۔

آپ کا مخلص
ذوالفقار علی بھٹو

نوٹ:۔ ہمارے موجودہ وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو اس زمانے میں برکلے یونیورسٹی میں زیرِ تعلیم تھے۔ انھوں نے یہ خط حسن اصفہانی کو لکھا تھا۔

اہلِ قلم کا خراجِ عقیدت

قائداعظم علیہ الرحمۃ

نشریہ لاہور ۱۷ستمبر ۱۹۴۸ء

امتیاز علی تاج۔ شوکت تھانوی

پاکستان میں صفِ ماتم بچھے آج پانچواں روز ہے۔ مسجدوں اور گھروں سے تلاوتِ کلامِ پاک کی تسکین بخش آواز زخمی

دلوں کو صبر کا درس دینے میں مصروف ہے۔

لیکن غم کے لمبے لمبے سایوں میں پاکستان کی سرزمین اب تک سسکیاں بھر رہی ہے۔

محلوں اور گلیوں میں نوجوانوں کے تنومند سینے اب بھی بے اختیاری کی آہ کھینچتے نظر آتے ہیں۔

اور گھروں کے دروازوں پر ایسے ضعیف اب بھی دکھائی دے جاتے ہیں جن کی دھندلی نگاہیں اپنی طویل العمری پر متاسف اور شرمسار معلوم ہوتی ہیں۔

گھروں کے آنگن سے بچوں کے قہقہوں اور کلکاریوں کا غل اب تک نہیں اٹھتا۔

اور گھروں کے اندھیروں میں عورتوں کے رخساروں کے آنسو اب بھی سوکھنے میں نہیں آتے۔

---

۱۱ ستمبر کی رات ان کی عزیز ترین متاع لوٹ کر لے گئی۔

اس کمسن ملک کے بوڑھے باپ کو۔

اس شفیق باپ کو۔

جس نے ٹوٹی ہوئی قوم کی خستگی اور درماندگی کو اس درد۔ اس تردد اور اس خلوص سے محسوس کیا جسے اس سے پہلے ہند کی اسلامی تاریخ میں کوئی محسوس نہ کرنے پایا۔

جس نے قوم کی ساری مشکلات کو اپنے کندھوں پر جگہ دی۔

ملت کے مصائب کو اپنی پیٹھ کا بوجھ بنا لیا۔

مسلمانوں کے غم کو اپنا غم سمجھا۔

اس پر کڑھا۔ اس سے گھلا اور اس کو دور کرنے کے لئے مسلسل خدمت شب و روز کی محنت اور لگاتار ایثار سے ایک کے بعد دوسرے برس میں برابر کام لیتا گیا۔

یہاں تک کہ اس کا نحیف و ناتواں جسم اس کی عظیم دردمند روح کی سرگرمیوں کا ساتھ دینے سے معذور رہ گیا۔

اور ۱۲ ستمبر کی شام کو اس کی تھکی ہوئی بوڑھی ہڈیاں سپردِ خاک ہو گئیں اور اس کی خدمت ملت کے لئے ترستی ہوئی روح ابدی برکات کی سرزمین کو بلالی گئی ؎

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
یہ حقیقت میں کبھی ہم سے جدا ہوتے نہیں
عقل جس دم دہر کی آفات میں محصور ہو
یا جوانی کی اندھیری رات میں مستور ہو
دامنِ دل بن گیا ہو رزمگاہ خیر و شر
راہ کی ظلمت سے ہو مشکل سوئے منزل سفر
خضر ہمت ہو گیا ہو آرزو سے گوشہ گیر
فکر جب عاجز ہو اور خاموش آوازِ ضمیر
وادیٔ ہستی میں کوئی ہم سفر تک بھی نہ ہو
جادہ دکھلانے کو جگنو کا شرر تک بھی نہ ہو
مرنے والے کی جبیں روشن ہے اس ظلمات میں
جس طرح تارے چمکتے ہیں اندھیری رات میں

دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے کا وقت بھی نہ مل سکا۔ موت نے اتنی مہلت بھی نہ دی کہ جانِ آفریں سے اس کے بے شمار بندے ایک قیمتی جان کے لئے کچھ گڑگڑا کر کہہ سکتے۔

حرکتِ قلب بند ہوئی اور ملت کا یہ سب سے روشن تارہ ڈوب گیا۔

کیا کیفیت ہوگی تاریخ کی اس سب سے منحوس ساعت کی۔ کیا عالم ہوگا اس وقت اس ایوان کا جہاں یہ چراغ جگمگا رہا تھا۔

تخیل اور تصور کے لئے خود خاکے بنانے اور مٹا ڈالنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔

ٹیبل لیمپ سے نیم روشن کمرے کے اندر اپنی محترم ضعیفی میں میز پر جھکا ہوا ایک مردِ مجاہد جو موت کے قدموں کی آہٹ سن کر اسے محض اپنے عزم، محض اپنی قوتِ ارادی سے روکتا رہا اور اپنے آخری لمحوں کو اپنی ملت کے لئے لائحہ عمل بنانے میں صرف کرتا رہا۔

دبلے اور منحنی ہاتھ لکھتے ہوتے۔ برابر لکھتے ہوتے۔ مسلسل لکھتے ہوتے، اپنے پاکستان کے تحفظ و بقا کے لئے ہدایات، آخری ہدایات۔ اہم اور اشد ضروری ہدایات۔

تھکا ہوا دل ایک عظیم غفلت کو طاری ہو جانے سے روکتا ہوا۔ اس کوشش میں دھڑکتا ہوا کہ ذہن کا آخری خیال الفاظ کی شکل اختیار کر جاتے۔

اور اس کوشش میں اور تھکتا ہوا۔ پل پل اور تھکتا ہوا۔

بالآخر دستاویز کا خاتمہ اور آخری لفظ کا ایک لکیر کی صورت اختیار کر کے ختم ہو جانا۔

اور اس کے بعد بمشکل بستر تک پہنچنے کی مہلت اور پھر شاید کراہنے کی آواز۔

نگراں بہن دروازے میں۔ بستر کے قریب سراسیمگی۔ گھنٹیاں۔ خادم۔ دروازے کھلتے اور بند ہوتے ہوتے۔ پل بھر میں گورنر جنرل ہاؤس میں ایک طوفانی اضطراب۔ تیز تیز قدم۔ ٹیلی فون۔ کاریں۔ لوگ بھاگتے ہوتے دوڑتے ہوتے۔ ڈاکٹر۔ تعجیل۔ تعجیل۔ فوری علاج۔ انجکشن۔ دوائیں۔ کیا کچھ نہیں۔

منتظر و مضطرب چہرے کمرے کے اندر و باہر بدحواس لوگ۔ امید و بیم انتظار کا کرب۔ وزیر اعظم اور ان کی بیگم۔ سیکرٹری جنرل اور ان کی بیگم۔ پریشان دل دھڑکتے ہوتے۔ آنکھیں دروازے پر جمی ہوئی۔ ہر آہٹ پر چونکتے ہوتے۔

اور اندر اپنے فرائض سے سبکدوش مجاہد۔ بے خبر اور تمام ممکن کوششیں اور تدبیریں۔ انتہائی مساعی۔ لیکن انسانی چارہ سازی مشیت ایزدی کے سامنے بے بس و مجبور۔

آخری بار آنکھوں کا کھلنا۔ پاکستان کی فضا کو تکنا۔

اور طمانیت قلب کے ایک لطیف تبسم کے ساتھ ادائیگی۔ فرض کے شیریں احساس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہوتے ہمیشہ کے لئے بند ہو جانا۔

موت کا دھوکا ہو کیونکر تیرے خوابِ ناز پر
سرخروئی کا تبسم ہے لبِ اعجاز پر

موت اس کو کیوں کہیں آسودۂ منزل ہے تو
صرف آسودہ نہیں منزل کا گویا دل ہے تو
یہ سبکساری مبارک تجھ کو اے ساحل شناس
تیرے ہر اک گام میں منزل تھی اے منزل شناس
مشعلِ راہ ہدایت ہیں تیرے نقشِ قدم
اب نہ لغزش آئے گی ہم میں کبھی تیری قسم
تیرے چہرے پر ادائے فرض کا جو نور ہے
اس سے اپنے عزم و ہمت کا جہاں معمور ہے

دنیا اس عدیم المثال شخصیت سے محروم ہو گئی جس نے تاریخ عالم میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ سلطنتیں کب قائم نہیں ہوتیں مگر کون سی ہے وہ حکومت ہے جس کی بنا دبغیر کسی فوجی طاقت کے رکھی گئی ہو ؟

پاکستان کا مطالبہ کسی حکمران نے نہیں کیا۔ کسی سپہ سالار نے پاکستان کا نعرہ بلند نہیں کیا۔ یہ مطالبہ ایک قانون دان نے کیا جس کے پاس نہ فوجی طاقت تھی نہ اس مطالبے کو خریدنے کے لئے خزانوں کی دولت۔ اگر کچھ تھا تو اپنی صداقت پر یقینِ محکم۔ اپنے حق کے لئے عزمِ راسخ اور اپنے مطالبہ کے لئے ایک اٹل ارادہ۔

رہنمائی کرنا تھی اس قوم کی جس کی بیداری بھی مشکوک تھی۔ حق حاصل کرنے کے لئے میدان میں لانا تھا ان کو جن کے ہاتھ میں نہ دوسروں کے لئے تلوار تھی نہ اپنے بچاؤ کے لئے سپر۔

اسی بے دست و پا فوج کے سالار نے ان ہی حالات میں پاکستان کا نعرہ پورے اعتماد کے ساتھ بلند کیا۔ دنیا اس دیوانگی پر ہنس دی۔ کسی نے اسے احمقانہ خواب کہا۔ کسی نے اس کو جنون ٹھہرایا اور کسی نے اس پر کان دھرنا بھی ضروری نہ سمجھا۔ مگر یہ نعرہ گونجتا رہا اور حقیقت سے قریب آتا رہا۔ ہنسنے والے دم بخود ہونے لگے۔ جو بات اب تک حقیقت نہ تھی اب سنجیدہ نظر آنے لگی۔ اب اسی بے حقیقت نعرے کو خریدنے کے لئے دام لگنے لگے۔ راستے میں مشکلات کے پہاڑ حائل کر دیئے گئے۔ اس آواز کو دبانے کے لئے سازشیں ہونے لگیں مگر دھن کے پکے اور فولادی ارادے پر یقین واثق رکھنے والے قائد کے قدم آگے ہی بڑھتے رہے۔ ہر رکاوٹ اس کی ٹھوکروں سے پامال ہوئی۔ ہر تحریک کو اس نے روند ڈالا۔ اس کی قوم اس کے ساتھ تھی اور وہ اپنی منزل کی طرف بڑھ رہا تھا۔

چودہ اگست کو دنیا نے اس کے خواب کی تعبیر دیکھ لی۔ اس نے اپنا ہلالی پرچم اسی سرزمین پر لہرا دیا جو اس نے اپنی قوم کے لئے مانگی تھی۔ وہی نعرہ جو بے حقیقت تھا حقیقت بن کر دنیا کے سامنے نقشہ پر ابھر آیا۔ آگ کے طوفانوں سے ابھرا۔ خون کے سیلابوں سے ابھرا اور ملت اسلامیہ کے سر پر آزادی کا تاج رکھ دیا گیا۔ دنیا نے حیرت سے اس قیادت کے اعجاز کو دیکھا۔

ایسی منتشر قوم۔ ایک ہی جھنڈے تلے۔ ایک ہی نعرہ سب کی زبان پر۔ ایک ہی قائد کی پیروی۔ ایک ہی منزل کی دھن۔

ان سونے والوں کو کس نے جگا دیا۔ یہ روحِ عمل کس نے پھونک دی ابھی سو رہے تھے۔ ابھی بیدار ہوئے۔ ابھی چلے اور دیکھتے ہی دیکھتے منزل کو جا لیا۔

کون تھا میر کارواں اس قافلے کا ؟

کس کی سبک روی نے راہ کے نشیب و فراز کو غیر محسوس بنا دیا۔ راہ کی دشواریاں پامال ہوئیں۔ رکاوٹیں ٹھوکروں کی زد میں آئیں اور یہ قافلہ گزرتا رہا۔

دنیا اس برق رفتاری پر ششدر رہی۔

خود رہرو حیران رہے کہ منزل کی طرف وہ بڑھ رہے ہیں یا منزل ان کی طرف بڑھ رہی ہے۔

مصائب کی تاب نہ لانے والے مصائب کی ہنسی اڑاتے بڑھے۔ قربانیوں سے کترانے والے سر بکف بڑھے۔

شدائد سے ٹکراتے۔ طوفانوں سے مقابلہ کرتے اور موت سے زندگی نچوڑتے ان کے عزم کے سامنے کوئی پہاڑ نہ ٹھہر سکا۔ ان کی ہمت کے سامنے کوئی سمندر موجیں نہ مار سکا۔

یہ عزم ان کو کس نے دیا ؟ یہ استقلال وہ کہاں سے لائے ؟

جہاد موت سے کرنا سکھا دیا کس نے
حیات کے لئے مرنا سکھا دیا کس نے
گھر کے واسطے ہم ڈوبنا تو جانتے تھے
مگر یہ سب کو ابھرنا سکھا دیا کس نے

ملت کے اس شفیق باپ کا سایہ پاکستان پر سے اٹھ گیا۔ وہ بزرگ دنیا میں باقی نہ رہا جس کی طرف اپنی ہر مشکل اور پریشانی میں ہم استمداد کے لئے تکنے لگتے تھے۔

جس کے نام پر اپنی ہر شادمانی میں ہم دل ہی دل میں چپ چاپ رحمت بھیجا کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ہم سے لے لیا۔

اس کی مرضی یہی تھی۔

مشیت ایزدی میں کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ ہی نے اس کے لئے اور اس کے پاکستان کے لئے ایک عظیم محبت ہمارے دلوں میں پھونک دی ہے۔

ایسی محبت جو زندگی سے زیادہ شیریں ہے۔

اور جو موت پر بھی ہنس سکنے کی جرأت رکھتی ہے۔

قائداعظم !

فردوس کے جھروکوں میں سے اپنے پاکستان کو تکتے رہو۔

تم دیکھو گے کہ

جس قوم کی رگوں میں غیرت اسلامی کا لہو از سر نو تم دوڑا گئے ہو۔

جس قوم کو آزادی کی نعمت بخش کر اقوام عالم میں سربلند و سرفراز تم کر گئے ہو۔

جس ملت کو اپنے بڑھاپے کی شبانہ روز عرق ریزیوں کی بدولت بیک خوف۔ احتیاج اور آفات سے محفوظ مملکت تم بخش گئے ہو۔

وہ قوم تمہاری بخشی ہوئی اس متاعِ محبوب کو کس طرح اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتی اور تیرے قدموں کے چھوڑے ہوئے نشانوں پر چلنے کی کوشش کرتی ہے ؎

چراغ راہ ترا ایک اک قدم ہوگا
بجھی ہے شمع اجالا کبھی نہ کم ہوگا

قائداعظم زندہ باد —— پاکستان پائندہ باد

قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ

نشریہ لاہور۔ ۱۰ ستمبر ۱۹۴۸ء

سر عبدالقادر

زندگی پائی تو ایسی کہ ایک نیم مردہ قوم کے قالب میں نئی روح پھونک دی، اور مرگ دیکھی تو ایسی کہ رہا تو اسے قابلِ رشک ہے ع
"ہمہ گریاں بوند و خندہ اں"
کی پوری تصویر۔

بہت سے بڑے بڑے آدمیوں کے جنازے ہماری عمر میں اٹھے۔ بہت سی بڑی شخصیتوں کے گزر جانے پر ان کے ماتم کو ہم نے روتے اور پیٹتے دیکھا۔ مگر جس شان سے قائداعظم کا جنازہ اٹھا اور جس دلی اندوہ و غم کا اظہار کروڑوں بندگانِ خدا نے پاکستان کے ہر گوشے میں کیا ہے اس کی مثال ملنی محال ہے۔

پرانے زمانے میں ملک اطالیہ میں ایک عجیب رسم تھی کہ کسی مرنے والے کے عزیزوں اور دوستوں کے آنسو جمع کئے جاتے تھے۔ میں نے جب اثنائے سیاحت میں پمپائی کا مشہور گرا اجڑا ہوا شہر دیکھا تو وہاں بعض گھروں کی الماریوں میں چھوٹی چھوٹی شیشیاں نظر آئیں جن میں پانی سا بھرا ہوا تھا۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ مرنے والے کے ماتم میں اس کے جو دوست شریک ہوتے تھے وہ اپنے آنسو شیشیوں میں ٹپکاتے تھے اور جس کے مرنے پر بہت سی شیشیاں آنسوؤں سے پُر ہوتی تھیں۔ ان کی تعداد کی کثرت اس کی ہر دلعزیزی کا معیار ہوتی تھی۔

اگر ہماری قوم میں کوئی ایسا رواج ہوتا اور وہ سب آنسو جو مسلمانوں نے جابجا اس پُرافسوس واقعہ پر بے اختیار بہائے ہیں جمع کئے جا سکتے تو ایک طوفانِ اشک بپا ہو جاتا۔

اس صدمہ کے غم میں تمام عالم اسلام ہمارے ساتھ شریک ہے اور دوسرے ملکوں کے بادشاہوں اور اربابِ حکومت نے بھی ہمارے ساتھ گہری ہمدردی کا اظہار کیا ہے۔ بے شمار ختم قرآن مجید کئے گئے ہیں اور مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرحوم کی مخلصانہ خدمات بارگاہِ ایزدی میں مقبول ہوئی ہیں۔ اب خدا ہمیں توفیق دے کہ ہم اس عظیم الشان کام کو جاری رکھیں جس کی بنیاد قائداعظم نے ڈالی ہے۔

اس وقت ہر مسلمان کے دل میں یہ خواہش ہے کہ اپنے محبوب رہنما کے متعلق کچھ باتیں سنے جو ان کے کسی نیازمند کی ذاتی واقفیت یا مشاہدہ کا حصہ ہوں۔ مجھے یہ شرف حاصل رہا ہے کہ میں بارہا ان سے ملا۔ ان میں سے دو تین مواقع قابلِ ذکر ہیں۔ غالباً جو دلچسپی سے خالی نہ ہوں گے۔

سب سے بڑا واقعہ وہ تھا جب مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس ۱۹۲۶ء میں بمقام دہلی ہوا۔ اور میں اور جناب محمد علی جناح صاحب دو تین دن ایک کیمپ میں فروکش تھے۔ مجھے انہوں نے ازراہِ کرم اس اجلاس کی صدارت کے لئے تار دے کر بلایا اور میں حاضر ہو گیا۔ حسنِ اتفاق سے ان دنوں مجھے مرحوم کی طبیعت کا ایک رنگ دیکھنے کا موقعہ ملا جس کا مجھے اس سے پہلے احساس نہ تھا۔ میں ان کی اعلیٰ قانون دانی اور فصاحت و بلاغت سے واقف اور ان کی بے نظیر قیادت کا مداح تھا مگر یہ نہ جانتا تھا کہ اس لباس کے نیچے جو اس زمانے میں ان کے زیب بدن تھا ایک انتہا درجے کا مومن پوشیدہ ہے جو ملت اسلام کے درد سے بھرا ہوا ہے۔ پہلے جلسے کے اختتام کے بعد مرحوم شام کے کھانے سے فارغ ہو کر میرے کمرے میں تنہا تشریف لائے اور مجھے یہ بتایا کہ ان کا ارادہ ہو رہا ہے کہ ہندوستان سے نقل مکانی کر کے لندن میں اقامت پذیر ہوں اور وہاں پریوی کونسل کے مقدمات میں بھی پیش ہوتے رہیں اور ملک ہند کی آزادی کے لئے بھی کوشش کرتے رہیں اور اس غرض سے وہ ایک ایسے شخص کی تلاش میں ہیں جو مسلم لیگ کا کام ان کی غیر حاضری میں سنبھال لے۔

یہ بات کہتے ہوتے ان کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آیا میں اس خدمت کے لئے آمادہ ہو سکتا ہوں۔ بدقسمتی سے میرے ذاتی حالات اس وقت ایسے تھے کہ میں اپنے آپ میں یہ بارِ امانت اٹھانے کی طاقت نہیں پاتا تھا۔ میں نے نہایت عجز سے معذرت کرتے ہوتے یہ کہا کہ میں ایک کثیر العیال آدمی ہوں اور فکر معاش پر مجبور ہوں اور اب سیاسی کام ایسا نہیں رہا کہ اور کاموں کے ساتھ نبھ سکے۔ اپنی معذوری بیان کرتے وقت میں نے ان کی خدمت میں باادب یہ مشورہ پیش کیا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ مسلم لیگ پوری کامیابی حاصل کرے تو آپ سے بہتر اس کو کوئی نہیں سنبھال سکتا۔ آپ یا ولایت جانے کا ارادہ ترک فرمائیں یا کوئی عارضی انتظام اپنی غیر حاضری کے زمانے کے لئے کر جائیں اور پھر واپس آکر لیگ کو سنبھالیں۔ اس وقت تو اس جواب سے وہ قدرے مایوس نظر آئے مگر بعد کے واقعات نے یہ ثابت کر دیا کہ لیگ کے لئے ان کا اس کو سنبھالنا لیگ کی زیست اور حد سے زیادہ کامیابی کا موجب بنا۔ میں محمد علی جناح کے اس پر درد چہرے کو نہیں بھول سکتا جو میں نے اس شب کو دیکھا، اور نہ آنسوؤں کو جو اس وقت ان کی چشم پُرآب میں میں نے دیکھے تھے۔ پاکستان اسی پر درد دل کا ایک کرشمہ ہے اور انہی آنکھوں کے آنسو ہیں جنہوں نے پاکستان کے چمن کی آبیاری کی ہے۔

ایک اور نشست اور اس نشست کی گفتگو میرے ذہن میں موجود ہے۔ دہلی میں مرکزی اسمبلی کے جلسے ہو رہے تھے۔ سر محمد یعقوب مرحوم نے جو اسمبلی کے نائب صدر تھے جناب محمد علی جناح کے اعزاز میں چند دوستوں کو دوپہر کے کھانے پر بلایا۔ میں بھی اتفاقاً اس زمانے میں وہاں تھا۔ مجھے بھی انہوں نے یاد فرمایا۔ وہاں اثنائے گفتگو میں جناب محمد علی جناح مرحوم نے قدرے دکھی ہوئی آواز میں مجھے مخاطب کرتے ہوتے فرمایا :-

"سیاسیات کی چالیں شطرنج کی چالوں سے بہت ملتی جلتی ہیں۔ میری قوم نے ایک طرف تو یہ کام میرے سپرد کیا ہے کہ میں ان کی جانب سے بطور ایک سیاسی شاطر کے بساطِ شطرنج بچھاؤں اور چالیں چلوں اور دوسری طرف میری قوم یہ اصرار کرتی ہے کہ میں ساتھ ہی بتاتا جاؤں کہ چال کیوں چلی گئی۔ تم ہی بتاؤ کہ یہ کھیل اس طرح کھیلا جا سکتا ہے؟"

میں نے کہا "نہیں"۔ اس پر انہوں نے فرمایا۔

"کہ قوم سے کہہ دیجئے کہ اگر انہیں اپنے شاطر پر بھروسہ ہے تو مجھے چال چلنے دیں اور مجھ سے ہر چال کا سبب نہ پوچھیں کہ کیوں؟ ورنہ کوئی اور شاطر ڈھونڈ لیں۔"

شاطر تو ان سے بہتر کوئی نہ تھا۔ نہ قوم کو ملا۔ مگر خدا جزا دے جانباز شاطر کو کہ ہم سے جدا ہونے سے پہلے یہ دکھلا گیا کہ اس نے جو بازی قوم کی طرف

لگائی تھی اسے جیت کے وہ دنیا سے رخصت ہوا۔ اس نے اپنی صحت بھی اسی بازی کی نذر کر دی۔

ایک اور دلچسپ بات جو میں نے مرحوم سے سنی سنانے کے قابل ہے۔ ۱۹۴۳ء میں مجھے کوئٹہ جانے کا اتفاق ہوا۔ قائداعظم بھی ان دنوں وہاں مقیم تھے اور ان کے اعزاز میں پارٹیاں اور جلسے ہو رہے تھے۔ ایک دن ایک بڑی پارٹی چائے کی ہو رہی تھی۔ میں قائداعظم والی میز پر تھا وہاں کچھ ذکر ان ملاقاتوں کا آگیا جو اس سے پہلے قائداعظم اور لارڈ لنلتھگو وائسرائے ہند میں ہوتی رہی تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ ایک دن وائسرائے نے ان سے یہ کہا کہ اگر وہ یہ ضد چھوڑ دیں کہ پاکستان بننا چاہیے اور مسلمان علیحدہ قوم تسلیم کئے جانے چاہئیں تو وہ فریق ثانی کو مائل کر سکتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو بہت سی مراعات دے۔ قائداعظم صاحب نے کہا کہ اس کا جواب وہ آئندہ ملاقات میں دیں گے۔ جب چند روز بعد پھر ان کی ملاقات کا دن آیا تو قائداعظم ایک چیز اپنی جیب میں ڈال کر وائسرائے کے ہاں گئے۔ وہ چیز تھی پاکستان کا ایک نقشہ۔ جس میں وہ صوبجات جن میں مسلمانوں کی آبادی کثرت سے تھی سبز رنگ کے دکھائے گئے تھے۔ یہ نقشہ ایک گیارہ سال کی لڑکی نے ریشمی رومال پر سوزن کاری سے کاڑھا تھا۔ قائداعظم نے وائسرائے کو بتایا کہ یہ لڑکی ایک پرانی وضع کے مسلمان گھر میں روہیل کھنڈ میں پیدا ہوئی۔ گھر میں پردہ کی سخت پابندی تھی اس لئے یہ لڑکی کسی مدرسے میں پڑھنے کے لئے نہیں بھیجی گئی۔ اس نے نہایت محنت سے یہ نقشہ بنایا اور اس کی آرزو تھی کہ یہ نقشہ خود قائداعظم کی خدمت میں پیش کرے۔ جب مرحوم دورہ کرتے ہوئے اس شہر میں پہنچے جہاں یہ لڑکی رہتی تھی تو اس کا باپ قائداعظم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے یہ درخواست کی کہ وہ کچھ وقت نکال کر ان کے ہاں چلیں جہاں یہ لڑکی یہ تحفہ ان کی خدمت میں پیش کرنا چاہتی ہے۔ قائداعظم نے باوجود کثرت مصروفیت کے اس لڑکی کی درخواست کو منظور کیا اور اس کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں اس کے ہاتھ سے یہ تحفہ قبول کیا اور اپنے پاس سنبھال کر رکھ لیا۔ جب انہوں نے یہ نقشہ وائسرائے کو دکھایا تو وہ بنانے والی کی دستکاری کی تعریف کرنے لگا۔ قائداعظم نے جب اس لڑکی کی عمر بتائی اور اس کی گھریلو زندگی کا حال سنایا تو اسے بہت تعجب ہوا۔ اس پر قائداعظم نے وائسرائے سے کہا کہ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ میں لوگوں کو سکھاتا ہوں کہ وہ پاکستان مانگیں حالانکہ اصلیت یہ ہے کہ خیال اس وقت کے نوخیز طبقے کے رگ و پے میں سرایت کر گیا ہے اور میں جب اس پر زور دیتا ہوں تو فقط اپنی قوم کے خیالات کی ترجمانی کرتا ہوں۔ قائداعظم فرماتے تھے کہ لارڈ لنلتھگو اس نقشے سے بہت متاثر ہوتے اور ان پر واضح ہو گیا کہ پاکستان کا تخیل پردہ والی عورتوں اور چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کے دلوں تک پہنچ گیا ہے اور اب یہ خیال بدلا نہیں جا سکتا۔

قائداعظم اب ہمیں داغِ مفارقت دے گئے ہیں مگر ان کی یاد ہمارے دلوں میں تازہ ہے اور رہے گی اور ان کا طرزِ عمل ہمارے لئے مشعلِ ہدایت ہے۔ آؤ اللہ کا نام لے کر آگے قدم بڑھائیں اور جو راہ انہوں نے نکالی ہے اس پر گامزن ہوں۔

پاکستانی اخبارات وجرائد کے تاثرات

روزنامہ زمیندار لاہور کا اداریہ

(سہ شنبہ ۱۴ ستمبر ۱۹۴۸ء مطابق ۹ ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ)

میرِ کارواں کا آخری سفر

ملت سہل اسے سمجھو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

ہاتھ کانپ رہے ہیں۔ قلم لرز رہا ہے۔ آنکھوں سے آنسو رواں ہیں اور دل غم و اندوہ سے چور چور ہے۔ فضائیں اداس۔ شہروں۔ قریوں۔ گھروں اور بازاروں میں افسردگی و خاموشی برس رہی ہے اور ہر طرف اندوہگیں ماحول دیکھنے میں آ رہا ہے۔ آج دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت کے بانی اسلام کے درخشندہ آفتاب۔ ملتِ اسلامیہ ہندیہ کے جانباز رہنما۔ قائداعظم محمد علی جناح ہم سے جدا ہو گئے۔ آج پاکستان یتیم ہو گیا۔ اس کا وہ سہارا نہ رہا جس پر مسلمانوں کو ناز تھا۔ وہ آنکھ نہ رہی جو مسلمانوں کی خستہ حالی اور پراگندگی پر برسوں سے اشک بار تھی۔ وہ دل نہ رہا جو ملت کی سربلندی کے لئے تڑپتا تھا۔ آج ملت کا ہر فرد خونناب بار ہے۔ ہر آنکھ سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ ہر دل سے ہوک اٹھ رہی ہے اور ہر لب پہ آہیں تڑپ رہی ہیں۔ آج ہمارا وہ قائداعظم، وہ مجاہدِ کبیر جس نے اقبال کے فلسفے کو اپنے عمل سے ایک حقیقت روشن بنا کر پیش کیا ؎

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

موت کے بے مہر ہاتھوں نے ہم سے چھین لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اس راہنما کو ہم سے جدا کر دیا جس کی فراست و سیاست نے ہر میدان میں دشمنانِ ملت کی اجتماعی قوتوں۔ پرفریب چالوں، خوفناک سازشوں اور ریشہ دوانیوں کو شکست فاش دی۔ جس نے کانگرس اور برطانیہ کے ناپاک گٹھ جوڑ کے بخیے ادھیڑ دیئے۔ جس نے نہرو کی اس طاغوتی گرج کا کہ:۔

"ہندوستان میں صرف دو طاقتیں ہیں۔ دو قومیں ہیں۔ ایک کانگرس اور دوسری برطانیہ۔ اگر انتقالِ اختیارات ہو سکتا ہے تو کانگرس کو سونپے جا سکتے ہیں۔"

خم ٹھونک کر مقابلہ کیا اور مالیبار ہل کے گوشہ نشین نے بانگِ دہل نہ صرف پکارا بلکہ ثابت کر دیا کہ تم غلط کہتے ہو۔

"اس برعظیم ہندوستان میں ایک تیسری قوم بھی ہے اور وہ ہے مسلمان جس کا اپنا تمدن۔ اپنی معاشرت اور اپنا نظامِ زندگی ہے۔ جس کی روایات شاندار ہیں اور جس کا ماضی درخشندہ ہے۔ جس نے ہندوستان میں ایک ہزار سال تک اناولاغیری کا ڈنکا بجایا ہے۔ جس کی تہذیب و

> تمدن کے نشانات اس برعظیم کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوتے ہیں۔
> اس عظیم روایات و تمدن کی حامل قوم کو آسانی سے نظرانداز نہیں
> کیا جا سکتا۔"

یہ آواز صور اسرافیل تھی جس نے ملت کی رگ و پے میں کہربائی لہر دوڑا دی جس نے ملت کے منتشر اجزاء کو قلوب میں ایک مرکز پر جمع ہونے کا احساس پیدا کر دیا۔ وہ بوڑھا تھا۔ نحیف تھا۔ کمزور تھا لیکن اپنے سینے میں فولادی قلب رکھتا تھا اس کے ارادے جوان تھے۔ اس کے حوصلے بلند تھے۔ اس کے عزائم فلک پیما تھے وہ ملک کے طول و عرض میں پھر گیا اور اس نے مسلمان قوم کے پیر و جوان۔ مرد و زن کے دلوں کو آزادی کی تڑپ سے تڑپا دیا۔ ملت منتشر تھی اس نے اسے ایک مرکز پر جمع کیا اور ڈنکے کی چوٹ اعلان کیا کہ :-

> "مسلمان ایک الگ قوم ہے۔ جس کی روایات الگ ہیں۔ تمدن الگ ہے
> تہذیب الگ ہے۔ نظام حیات اور طرز بود و باش الگ ہے اور ایک
> قوم کے لئے ایک آزاد اور خود مختار ملک کا ہونا ضروری ہے۔ اس
> بوڑھے جرنیل نے اعلان کیا کہ آزاد ہندوستان میں آزاد پاکستان
> قائم ہو کر رہے گا۔"

ملت اسلامیہ کے دشمنوں نے شروع میں اسے مجذوب کی بڑ قرار دیا لیکن آخر وہ نحیف آواز جو آج سے گیارہ سال پہلے بلند ہوئی تھی جس کا ہمارے دشمنوں اور برطانوی مدبروں نے مذاق اڑایا حقیقت بن گئی اور بوڑھے جرنیل کی ان تھک کوششوں، دن رات کی کاوشوں سے پاکستان بن گیا۔ مسلمانوں کو آزاد مملکت مل گئی اور ایک صدی کے بعد مسلمانوں نے پھر آزادی کی سانس لی۔

آج قائداعظم ناخدائے پاکستان ہم میں موجود نہیں لیکن ان کی روح، ان کا کام، ان کے خیالات، ان کے اقوال اور ان کا غیرفانی عزم ہمیشہ ہماری رہنمائی کرتے رہیں گے۔

اس وقت جب کہ ملت کو قائداعظم کی رہنمائی کی اشد ضرورت تھی خدا نے انہیں اپنے پاس بلا لیا۔ خدا کا کوئی کام مصلحت سے خالی نہیں۔ ہمیں صبر و تحمل نظم و ضبط، بردباری اور ہوشمندی سے کام لیتے ہوئے اس صدمہ عظیم کو برداشت کرنا چاہیئے اور خدائے عزوجل کے حضور میں کھڑے ہو کر ہم میں سے ہر مسلمان۔ بچے۔ بوڑھے۔ جوان اور عورت کو عہد کرنا چاہیئے کہ ہم قائداعظم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے پاکستان کے استحکام کے لئے جدوجہد کریں گے اور پاکستان کو دنیا کی عظیم ترین مملکت بنانے میں تن۔ من۔ دھن سے مصروف عمل ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس قومی صدمے کو برداشت کرنے اور پاکستان کی خدمت کرنے کی توفیق ارزانی کرے۔ آمین۔

انا للہ و انا الیہ راجعون۔

روزنامہ امروز کا اداریہ

(۱۴ر ستمبر ۱۹۴۸ء مطابق ۹ ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ)

قائداعظم زندہ باد

قائداعظم محمد علی جناح اپنے سچے مولا سے جا ملے۔ ملت اسلامیہ کے غمگسار نے رحمت حق کی آغوش میں جگہ پائی۔ جادۂ حیات کا وہ سپار اپنے سفر کی آخری منزل پر جا پہنچا جہاں رضوان الہٰی اس کا منتظر تھا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اس کے نحیف جسم میں ایک طوفانی روح چھپی ہوئی تھی۔ اس کا عزم کہسار سے زیادہ پائندہ و محکم تھا اور اس کی ہمت عقاب سے جو سنگ خارا کی چٹانوں میں نشیمن بناتا ہے زیادہ بلند پرواز اور سبک سیر۔ وہ ایک جری اور بیباک سپاہی تھا جو چٹانوں سے ٹکرانے اور پُرخروش موجوں سے لڑنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتا تھا۔ اس نے کئی بار رکاوٹوں کے پہاڑوں کو ٹھوکروں میں اڑایا۔ کئی مرتبہ پستیوں کو اچھالا اور بلندیوں کو جھکنے پر مجبور کر دیا۔ لوگوں نے کہکشاں کو اس کی تلاش میں افلاک کی رفعتوں سے اترتے بھی دیکھا ہے اور اس کے سمند ہمت کی گرد نے کبھی کبھی کہکشاں کی ہمسری کا دعویٰ بھی کیا ہے۔ وہ سکندر یا نپولین کی طرح کوئی فاتح یا کشورکشا نہیں تھا۔ اس نے شہر فتح نہیں کئے۔ میدان نہیں مارے پھر بھی اس کی فتح مندیاں ایسی ہیں جن پر اس کی قوم ہمیشہ فخر کرتی رہے گی اور دنیا کا استعجاب کبھی کم نہ ہوگا۔ کیونکہ اگرچہ وہ ہندوستان کے بے بس اور مجبور مسلمانوں کا بندہ تھا جن میں ڈیڑھ سو برس کی مسلسل غلامی نے اولوالعزمی اور بلند ہمتی کی روح باقی نہیں چھوڑی تھی اور وہ اپنی غلامی پر قناعت کر کے بیٹھ رہے تھے۔ تاہم اس کی فتح مندیوں کو دنیا نے ہمیشہ حیرت اور تعجب کی نظر سے دیکھا ہے۔

ہندوستان کے مسلمانوں کی پوری تاریخ میں کوئی بڑے سے بڑا شخص ایسا نہیں گزرا جسے مسلمانوں میں ایسی محبوبیت نصیب ہوئی ہو۔ ہم اپنے جھگڑوں میں پڑے ہوتے تھے لیکن جب اس نے ہمیں پکارا تو اس پکار میں کچھ ایسی کشش تھی کہ ہم اپنے سارے جھگڑے بھول کے اس کے پیچھے ہو لیتے۔ ہمارے کان اس کی آواز پر لگے رہتے تھے۔ ہماری نظریں اٹھتی تھیں تو اسی کی طرف اٹھتی تھیں۔ ہمیں کچھ عادت سی ہو گئی تھی کہ اپنے سارے معاملات اس پر چھوڑ کے مطمئن ہو جائیں۔ ہم اس سے محبت بھی کرتے تھے اور اس سے ڈرتے بھی تھے کیونکہ وہ صرف ہمارا رہنما ہی نہیں تھا بلکہ شفیق باپ اور غمگسار دوست بھی تھا۔ ہم اس سے اس طرح محبت کرتے تھے جس طرح بچے باپ سے محبت کرتے اور ڈرتے ہیں۔ آج وہ ہم میں نہیں لیکن ہمیں یقین نہیں آتا کہ وہ ہمیشہ کے لئے دنیا سے اٹھ گیا ہے۔ ہم محسوس کر رہے ہیں کہ نہ جانے کب اس کی آواز جس میں صاعقۂ جلال حق کی کڑک تھی پھر گونج اٹھے اور کب وہ طوفانوں کو چیرتا، موجوں کے رخ پھیرتا، ہمیں نئی راہوں اور نئی منزلوں کی طرف لے چلے۔ ہمارے کان اس کی آواز سننے کے لئے بیتاب ہیں اور ہمارے قدم اس کی قیادت میں نئی مسافتوں کو قطع کرنے کے مناسب وقت اور موقع کا انتظار کر رہے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ ہم اپنی زندگی کے ایک نہایت نازک مرحلے سے گزر رہے ہیں۔ ہمارے سامنے بہت سے ایسے مسائل ہیں جن کی گتھیاں ابھی تک سلجھ نہیں سکیں۔ پھر افق پر جنگ کی بجلیاں کوند رہی ہیں اور توپوں کی گرج جو بہت دور سنائی دے رہی تھی روز بروز زیادہ قریب اور زیادہ بلند ہوتی جا رہی ہے اس عالم میں جب ہم اس سانحہ پر غور کرتے ہیں تو غم کا احساس زیادہ شدید اور زیادہ قوی ہو جاتا ہے لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ قائداعظم کے فیض تربیت سے ہمیں خودآگہی کی جو دولت نصیب ہوئی ہے وہ ہم میں موجود ہے اس نے ہم میں اولوالعزمی کی جو غیرمغلوب اور ناقابل تسخیر روح پیدا کر دی

ہے اس سے کوئی ہمیں محروم نہیں کر سکتا۔ وہ ہمیشہ صبح کے ستارے کی طرح ہمارے ساتھ رہے گی اور اس کی روشنی میں ہمارے قدم برابر بڑھتے چلے جائیں گے۔ ابھی آسمان کئی بار جھکے گا، کہکشاں کئی مرتبہ افلاک کی بلندیوں سے زمین پر اترے گی۔ پھر ہم یہ کیوں سمجھیں کہ قائداعظم ہم میں موجود نہیں۔ جب تک ہماری روح غیر مغلوب اور ہمارا عزم پائندہ ہے پاکستان زندہ ہے اور جب تک پاکستان زندہ ہے ہمارا محبوب رہنما بھی زندہ ہے۔

قائداعظم زندہ باد

قائداعظم رح

روزنامہ "نوائے وقت" لاہور کا اداریہ

عمرہا در کعبہ و بتخانہ می نالد حیات تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

یہ بات ہر مسلمان کے دل میں ہے کہ اس وقت جب کہ پاکستان اور ملتِ اسلامیہ ہر طرف سے خطرات میں گھرے ہوئے ہیں۔ ہمیں قائداعظم کے تدبر اور رہنمائی کی بے حد ضرورت تھی اور اسی نازک مرحلے پر اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے پاس بلا لیا۔ مگر ایک طرف ایک عام مسلمان کے یہ دلی جذبات ہیں اور دوسری طرف اُس کا یہ عقیدہ کہ کوئی موت بے وقت نہیں ہوتی! ــــ خدا اپنے بندے کو موت کا پیغام اسی وقت بھیجتا ہے جب وہ اس دنیائے فانی میں اپنا وقت پورا کر چکا ہو۔ اس تاثر کو کوئی دلیل۔ کوئی توضیح کوئی ڈھارس دلِ آزردہ سے دور نہیں کر سکتی کہ قوم کو اس وقت قائداعظم کی سب سے زیادہ ضرورت تھی۔ مگر مسلمان کا اس پر بھی ایمان محکم ہے کہ موت کا وقت ہر شخص کے لئے متعین ہے۔ اور اس میں ایک پل کے اِدھر اُدھر ہونے کی کوئی گنجائش نہیں۔ قائداعظم کی وفات حسرت آیات صرف پاکستان کے مسلمانوں کیلئے ہی نہیں پورے عالم اسلام کیلئے ایک صدمہ جانکاہ ہے۔ قدرت کا قانون ہے کہ کسی انسان کو اس عالم خاکی میں عمر دوام نہیں بخشی جا سکتی۔ اگر یہ اٹل قانون کسی استثنٰی کا روادار ہوتا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے یہی مقدر ہوتی۔ حضورؐ کی وفات کا بھی مسلمانوں کو اس قدر صدمہ ہوا کہ ان کے دل نہیں مانتے تھے کہ اللہ کا رسول بھی مر سکتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو دفورِ غم سے بے حال تھے اور تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھ کر اعلان کرتے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مر گئے۔ میں اس کا سر تن سے اڑا دونگا۔ اس وقت رسول کریمؐ کے حبیب صدیقؓ اور یارِ غار ابوبکرؓ آگے بڑھے۔ انھوں نے ابن خطاب سے فرمایا۔ عمر! صبر و تحمل سے کام لو پھر باآواز بلند فرمایا اے ایمان والو! جو شخص محمدؐ کی پرستش کرتا تھا وہ سُن لے کہ محمدؐ آج انتقال فرما گئے لیکن جو شخص اللہ کی پرستش کرتا تھا وہ سُن لے کہ اللہ زندہ ہے اور اسے موت نہیں۔

قائداعظم محمد علی جناح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ان غلاموں میں سے ہیں جنہوں نے اپنے خلوص اور عمل سے عاشقانِ نبیؐ کی صف میں ایک ممتاز جگہ حاصل کر لی ہے۔ اس صدی میں ان سے بڑھ کر کسی نے امتِ محمدی کی خدمت نہیں کی۔ یہ خدمت رسولِ پاکؐ کی خدمت گنی جائے گی۔ ہم تو اسے نبیؐ اُمی صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز سمجھتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک غلام ہندوؤں اور انگریزوں کے مشترکہ محاذ کے خلاف تن تنہا اور ــــ بالکل بے سروسامانی کے ساتھ ــــ برسر پیکار رہا۔ اور آخر کار اللہ نے اسی کو فتح بخشی۔ تاریخ اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی کہ تنہا ایک بے یار و مددگار آدمی کی کوششوں سے ایک عظیم الشان مملکت سات سال کے قلیل عرصے میں معرض وجود میں آئی۔ یہ معجزہ مشیت ایزدی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام کی قسمت میں ہی لکھ رکھا تھا۔

قائداعظم اور پاکستان لازم و ملزوم تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ قائداعظم نے اپنے وجود کو پاکستان کے وجود میں مدغم کر دیا تھا۔ سب کو معلوم ہے کہ مرحوم و مغفور کی صحت گذشتہ دو ماہ سے خراب تھی اور ڈاکٹروں نے انہیں کامل آرام کی تاکید کر رکھی تھی۔ طبی مشورہ کے تحت ہی وہ پہلے زیارت میں اور اس کے بعد کوئٹہ میں قیام فرما تھے۔ مگر پاکستان کے لئے محنت کا یہ عالم تھا کہ کوئٹہ سے ایک نامہ نگار حبیب الرحمٰن صاحب کا خط ہمیں ۱۲ ستمبر کو موصول ہوا۔ جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں؟

"جناب قائداعظم مدظلہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہیں اور مملکت پاکستان کے نظم و نسق کے متعلق چھ گھنٹے دفتر میں بیٹھ کر کام کرتے ہیں۔"

یہ خط ۱۰ یا ۱۱ ستمبر کو لکھ گیا ہوگا۔ نامہ نگار نے اس دن ڈاک میں ڈالا جب قائداعظم ابھی کوئٹہ میں ہی تھے۔ مگر ہمارے دفتر میں ایسے وقت پہنچا کہ ان کی وفات حسرت آیات کی خبر آٹھ گھنٹے پہلے موصول ہو چکی تھی غور فرمائیے ۷۱ برس کی عمر۔ مرض الموت لاحق کمزوری کا یہ عالم کہ ڈاکٹر آرام کا مشورہ دے رہے ہیں۔ مگر فرض کا احساس اور استحکام پاکستان کی دُھن ہے کہ اس حال میں بھی چھ گھنٹے روزانہ کام کرا رہی ہے۔

خدمت! بے غرض خدمت!! مسلسل خدمت!!!

یہی قائداعظم کا پیغام ہے وہ قوم کے نام چھوڑ گئے ہیں۔ ان کی روح زندہ ہے اور یہ دیکھ رہی ہے کہ قوم ان کے اس پیغام پر کس طرح لبیک کہتی ہے۔

محمد علی جناح پاکستان مجسم تھے۔ اگر پاکستان زندہ ہے تو محمد علی جناح زندہ ہیں۔ انشاءاللہ پاکستان ابدالآباد تک زندہ رہے گا اور محمد علی جناح بھی ابدالآباد تک زندہ رہیں گے! دو سو سال بعد جب کسی کے لب پر پاکستان آئیگا تو اس کا ذہن خود بخود محمد علی جناح کی طرف لوٹ جائیگا۔

قائداعظم ان زندہ جاوید ہستیوں میں سے ہیں جنہیں موت کا بے رحم ہاتھ بھی نہیں مٹا سکتا۔ ع

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما!

ان کا خاکی جسم آج ہمارے درمیان نہیں مگر جو مشعل انھوں نے روشن کی ہے۔ وہ صدیوں تک ہماری رہنمائی کرتی رہے گی۔ یہ ٹھیک ہے کہ آج ہم چاروں طرف سے خطرات میں گھرے ہوئے ہیں۔ مگر قائداعظم کی موت ہمارے دلوں میں افسردگی و مایوسی کی بجائے ایک نیا عزم اور ایک نیا ولولہ ان خطروں کے مقابلہ کے لئے پیدا کرے گی۔ یہ ٹھیک ہے کہ آج ہر طرف تاریکی ہی تاریکی ہے۔ مگر قائداعظم کی زندگی سے ہمیں روشنی ملے گی۔ انھوں نے حق کی شمع کو ایسے ہی وقت بلند کیا تھا جب چاروں طرف اس سے بھی زیادہ گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا۔ یہ ٹھیک ہے کہ آج ہم میں کوئی ایسا لیڈر نہیں ہے جو ان کی جگہ لے سکے۔ مگر قائداعظم کو بھی اللہ نے ہماری قیادت کے لئے مامور فرمایا تھا۔ اور انھوں نے ہماری رہنمائی کا ذمہ اسی وقت اٹھایا جب خدا کو یہ منظور ہوا۔ کہ وہ مسلمانانِ ہند کی کشتی کو گرداب سے نکال کر ساحل مراد تک لے جائیں ورنہ یہی قوم اور یہی محمد علی جناح تھے۔ ۱۹۰۶ء سے انکا شمار آل انڈیا لیڈروں میں تھا۔ مگر ۱۹۳۷ء تک کسی نے ایسے گوہر یک دانہ کی قدر نہ پہچانی۔ لیکن جب خدا کو یہ منظور ہوا کہ وہ میر کارواں بنیں۔ تو دس ہی سال کے اندر پوری قوم ان کی پشت پر تھی اور سارے دشمن ان کے قدموں پر۔ اللہ کو منظور ہوگا تو وہ قائداعظم کا جانشین بھی پیدا کر لے گا۔ لیکن جب تک وہ مردِ مومن اس خلا کو نہیں پورا کر دیتا جو محمد علی جناح کی موت نے پیدا کر دیا ہے اس وقت تک ہم میں سے ہر ایک کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی اپنی جگہ محمد علی جناح بن جائے یعنی ہر شخص جہاں کہیں بھی ہے۔ وزیر ہے یا سرکاری حاکم۔ کارخانہ دار ہے یا تاجر۔ دوکاندار ہے یا مزدور۔ بوڑھا ہے یا جوان۔ عورت ہے یا مرد۔ اسی خلوص۔ اسی بے غرضی۔ اسی ہمت اسی عزم اور استقلال کے ساتھ ملک و ملت کی خدمت پر کمر باندھ لے۔ جو قائداعظم کے

طرۂ امتیاز تھے۔ محمد علی جناح جب تک زندہ رہے سات کروڑ مسلمانوں کا کام کرتے رہے اور چھوٹے بڑے ہر مسلمان کا ہر مسئلہ کے متعلق یہی مدّعا ہوتا تھا کہ قائداعظم اُسے بحسن و خوبی حل کر لیں گے۔ ہمیں فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اب ان کی موت کے بعد سات کروڑ پاکستانیوں کا فرض ہے کہ وہ مل کر اس کام کو مکمل کرنے کی کوشش کریں جسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش میں قائداعظم نے اپنی جانِ عزیز جانِ آفریں کے سپرد کی۔ یہ کام استحکامِ پاکستان ہے۔ قائداعظم کی بہترین یادگار پاکستان ہے۔ اور ان سے محبت کا بہترین مظاہرہ اسے مضبوط بنانے کی سعی۔

قائداعظم زندہ باد
پاکستان پائندہ باد

آزمائش کی گھڑی سنبھلئے اور سنبھالئے

روزنامہ "احسان" لاہور کا اداریہ

قائداعظم کی ظاہری زندگی ختم ہوگئی۔ لیکن ملتِ اسلامیہ کی زندگی کا جو چراغ وہ روشن کر گئے ہیں وہ کبھی گل نہیں ہو سکتا۔ ان کی ظاہری آنکھیں آج بند ہوگئی ہیں۔ لیکن ان کی روح ہمیشہ ہمیں دیکھتی رہے گی۔ ان کی وفات نے ہمیں بیچ منجدھار میں اکیلا چھوڑ دیا ہے۔ لیکن ان کی زندگی کے نہ مٹنے والے نقوش ایک روشن مینار کی طرح ہمیشہ ہمارے سامنے رہیں گے اس کی روشنی کبھی ہمارا ساتھ نہیں چھوڑ سکتی۔

آج جب کہ ہماری کشتی مشکلات کے ہجوم میں چاروں طرف سے گھری ہوئی ہے۔ قائداعظم جیسے ناخدا کا ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو جانا ایک ایسا سانحہ ہے جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اسے بیان کرتے ہوئے قلم کا جگر شق ہوتا ہے۔ کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہوتے ہیں ـــــ آہ۔ موت! تیرا بے رحم تیر جب چلتا ہے تو یہ نہیں دیکھتا کہ اس کا نشانہ کون بن رہا ہے۔ تو نے قائداعظم کے جسدِ خاکی کو آرام کی ابدی نیند نہیں سلایا۔ انسانیت کے اس محسنِ اعظم کو ہم سے چھین لیا۔ جس نے باطل کی آندھیوں اور ضلالت کے خوفناک طوفانوں میں ہمیشہ صداقت کا چراغ روشن رکھا۔ اس نے اپنی زندگی کو جسمانی راحت کے لئے کبھی وقف نہیں کیا۔ ورنہ آج اس کی صحت و تندرستی پر موت کا تیر اس آسانی سے اپنا وار نہ چلا سکتا۔ مشکلات کے طوفانوں نے اسے چاروں طرف سے گھیرا۔ مگر وہ مشکلات کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہمیشہ آگے ہی بڑھتا چلا گیا۔ اس کا جسم جواب دے رہا تھا۔ مگر اس کا ہاتھ کام کرنے سے کبھی نہ تھکا۔ اس کا دماغ تھک تھک کے چور ہو جاتا تھا۔ مگر مظلوم انسانیت کی پکار کا جواب دینے سے وہ کبھی نہ تھکا۔ وہ چاہتا تو پوری زندگی راحت و آرام کی رنگین وادیوں میں گزار دیتا۔ اور اپنی زندگی کے عارضی لمحوں میں کچھ اور اضافہ کر لیتا۔ مگر اس نے بے فکری کی زندگی کو ہمیشہ فکرمندی کی زندگی پر قربان کیا۔ پچاس سال تک مخالفتوں اور رقابتوں کا ہجوم ہر طرف اس کا دامن کھینچتا رہا۔ مگر وہ مسکراتا ہوا برابر ان کا مقابلہ کرتا چلا گیا۔ ہندو امپیریلزم نے بار بار بھرپور وار کئے۔ لالچ دیئے۔ ڈرایا دھمکایا۔ آنکھیں دکھائیں۔ جھڑکیاں دیں۔ ایک ہاتھ میں جامِ عشرت اور دوسرے میں زہرِ قاتل کا منظر دکھا کر اصول پسندی کی کٹھن اور پُرخار وادی سے دور ہٹانا چاہا۔ اپنوں نے چھوڑا۔ غیروں نے جھنجھوڑا۔ مگر وہ مردِ حق اندیش لالچ اور خوف کی ان تمام طوفانی آزمائشوں کو ٹھکراتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔

ہوا تھی گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا تھا
وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیئے تھے اندازِ خسروانہ

اس کے سامنے مشکلات کے بیسیوں پہاڑ کھڑے کئے گئے۔ خون آشام زبانیں چاروں طرف لپکیں۔ بجلیاں چمکیں۔ شعلے بھڑکے۔ جنہوں نے اس کے ساتھیوں تک کو بدحواس بنا دیا۔ مگر وہ پہاڑ کی طرح اپنی جگہ اٹل رہا۔ برابر آگے بڑھتا گیا۔ تا آنکہ پاکستان کو ایک زندہ مستقل اور پائیدار ملک کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔

پاکستان کے قیام کے بعد ہماری سیاسی و معیشی زندگی کا ہر رشتہ ٹوٹا ہوا تھا۔ بساط بچھائی گئی تھی۔ مگر ہر مہرے کو موزوں جگہ پر رکھنے کا کام باقی تھا۔ قائداعظم کی ستر سالہ عمر کا تقاضا یہ تھا کہ وہ آرام فرماتے۔ مگر اس ضعیف العمری کے باوجود انہوں نے نوجوانوں سے زیادہ محنت و ہمت سے کام کیا۔ ٹوٹے ہوئے رشتوں کو جوڑنے اور بکھرے ہوئے دانوں کو سمیٹنے میں دن رات ایک کر دیا۔ اس بے اندازہ محنت نے قدرتی طور پر آپ کی صحت کو کمزور کر دیا۔ مگر اس کے باوجود آپ نے اس کی پرواہ نہ کی۔ اور ملک کے الجھے ہوئے حالات کی بنا پر ایک لمحے کے لئے بھی اپنی ذمہ داریوں سے ہاتھ نہ اٹھایا۔ وہ برابر کام کرتے رہے اور آخرکار اسی سعیٔ پیہم کی راہ میں شہید ہوگئے۔

قائدِاعظمؒ کی رحلت

روزنامہ 'مغربی پاکستان' کا اداریہ

آج ہم لرزتے ہوئے ہاتھوں۔ بھرائے ہوئے دل اور اشکبار آنکھوں کے ساتھ..................

اپنے محبوب قائداعظم محمد علی جناح کی رحلت پر نوحہ لکھنے کے لئے مجبور ہیں۔ تاکہ اپنے اور اپنے قارئین کرام کے اس بے پایاں رنج و الم کا بوجھ ہلکا کر سکیں۔ جو پاکستان کی نوزائیدہ ملت کو اپنی عمر کے دوسرے سال کے آغاز ہی میں برداشت کرنا پڑا۔

آہ! آج اس جلیل القدر ہستی نے ہمیشہ کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔ جس کے خلوص تدبر اور محنت نے کرۂ ارض پر سب سے بڑی اسلامی مملکت تخلیق کی۔ ایک نئی ملت کی بنا ڈالی۔ اور اسے آزادی اور ترقی کی راہ پر گامزن کر دیا۔ اس نوزائیدہ ملت کو ابھی اس کی رہنمائی اور سرپرستی کی بہت ضرورت تھی۔ لیکن افسوس کہ اس کی عمر کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ اور قضا و قدر نے ملت پاکستان کی یہ بے بہا متاع اس کے ہاتھوں سے چھین لی۔ اس دنیا میں اللہ کی ذات کے سوا اور کسی چیز کو بقا نہیں۔ ہمارا محبوب قائداعظم۔ ملتِ پاکستان کا پدرِ مشفق۔ دنیائے اسلام کا نیّرِ تاباں چل بسا۔ لیکن اپنے پیچھے پاکستان کی زندہ و پائندہ مملکت و ملت کی شکل میں ایسی یادگار چھوڑ گیا جو ہمیشہ کیلئے

"قائداعظم زندہ باد"

کے نعرے لگاتی رہے گی۔

قائدِاعظمؒ وفات پا گئے

روزنامہ 'ڈان' کراچی کا اداریہ

خدا تعالیٰ جس نے ہم کو قائداعظم دیا تھا اس کی یہی رضا تھی کہ وہ اُسے ہم سے واپس لے لے۔ قوم کا باپ فوت ہوگیا ہے۔ وہ پاکستان کے لئے جیا۔ اس نے ہم کو پاکستان دیا اور وہ پاکستان ہی کے لئے جاں بحق ہوگیا۔

قوم کا باپ فوت ہوگیا لیکن قوم زندہ ہے۔ پاکستان کا بانی وفات پا چکا ہے۔ لیکن پاکستان زندہ ہے۔

اس کا کام ختم ہوگیا تھا۔ ایسا کام جو تاریخ میں کم ہی کسی کے حصہ میں آیا ہے۔ دس سال کے عرصہ میں اس نے منتشر قوم کو یکجا کر دیا غیر منظم لوگوں کو منظم کر دیا۔ اور ان کو بڑی قوم بنا دیا۔ ان کے سامنے ایک خواب کو بطور ایک منتہائے مقصود رکھا اور اس خواب

کو حقیقت بنا کر دکھا دیا۔

قوم اس کو پیار کرتی تھی ایسا پیار جو ایک طرح سے پرستش کی حد تک پہنچ ہوا تھا۔

قوم اس چیز سے گھلتی رہے گی جسکو غم کہا جاتا ہے۔ حقیقت میں وہ ایک ایسا احساس ہے جس کا کوئی نام ہی نہیں۔ لیکن ہم اس کو کہتے ہیں کہ غم دور کرو اس سے مغلوب نہ ہو جاؤ۔ ہمارے قائد کی یہی خواہش تھی۔

پاکستان سے اس کو انتہائی محبت تھی۔ وہ اپنی بیماری میں بھی۔ جس نے اس کے کمزور جسم پر غلبہ پایا تھا۔ پاکستان کے لئے کام کرتا رہا۔ جو اسے بے حد عزیز تھا۔ غم کی انتہائی شدت میں بھی قوم کو ایک لمحہ کے لئے بھی یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ پاکستان سب سے مقدم ہے۔ پاکستان ہر شخص سے توقع رکھتا ہے کہ وہ اپنا فرض ادا کرے۔ خواہ اس پر کیسی مصیبت آوے وہ ذرہ بھر اندیشہ نہ کرے بلکہ اپنی جگہ پر قائم رہے۔

ہمارے قائد کی ہرگز یہ خواہش نہ تھی کہ ہم میں سے ایک شخص بھی کوئی ہی کرے یا ناکام ہو۔ اس کی موت پر غمگین ہو یا غم والم کے نیچے ایسا دب جائے کہ پاکستان کے مصالح۔ پاکستان کی بہبودی یا پاکستان کی حفاظت کو خفیف سا بھی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

ہر ایک مرد و عورت کو یاد رکھنا چاہیئے۔ ہر شخص کو جس پر حکومت کی کوئی ذمہ داری ہے یہ یاد رکھنا چاہیئے اور پاکستان کے ہر شہری کو یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کی یہی رضا تھی کہ وہ ہمارے قائداعظم کو ایسے وقت ہم سے جدا کر دے جب ہمارے ملک اور ہماری قوم کے سر پر بڑے بڑے خطرات منڈلا رہے ہیں۔ قائداعظم کی سرپرستی میں ہم ان خطرات پر غالب آ جاتے۔ خدا تعالیٰ کی مہربانی سے بغیر قائد کے بھی ہمیں ان پر غالب آنا چاہیئے۔ اور انشاءاللہ ضرور غالب آئیں گے۔

قائد فوت ہو چکا ہے۔ لیکن ہم بغیر لیڈر کے نہیں۔ بیشک ہم روح پھونکنے والے رہنما سے محروم ہو چکے ہیں لیکن اس کی بھونکی ہوئی روح ہماری رہنمائی کرتی رہے گی۔ ہمیں اسکا خیال رکھنا چاہیئے کہ قائداعظم کی عدم موجودگی ہماری قومی ترقی کے کسی مرحلے پر بھی اس کے یا پاکستان کے کلاک کو پیچھے نہ کر دے۔

مہینوں تک ہمارے وزیراعظم۔ ان کی جماعت وزراء دیگر بڑے بڑے عہدہ داران حکومت جو اس نازک وقت میں انکے شریک کار رہیں اور جو قائداعظم کو بستر علالت میں تکلیف دیئے بغیر کاروبار حکومت انجام دیتے رہے ہیں۔ وہ اب بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ اس لیئے قوم کو اطمینان رکھنا چاہیئے کہ ہمارے قائد کی وفات کے باوجود کاروبار حکومت تسلی بخش طور پر سرانجام ہوتے رہیں گے۔ ہرگز کوئی ایسا نقصان نہیں ہوگا جو کسی مایوسی یا فکر کا باعث ہو سکے۔ قائداعظم مرحوم کے تربیت یافتہ آدمی ہمارے ساتھ ہیں۔ جو جانتے ہیں کہ قائد کا کیا منشا تھا اور کن حالات میں کیا کام کس طرح کرنا چاہیئے۔ جناح کی عقل۔ رہنمائی اور تائید تو نہیں ہوگی۔ لیکن وہ ضرور اسے بحسن و خوبی انجام دیں گے۔ کسی دوست یا دشمن کو اس کے متعلق کوئی غلط فہمی نہیں ہونی چاہیئے۔

ہم قوم کو اس بے اندازہ رنج کے موقعہ پر ایک نعرہ دیتے ہیں۔ جو اس رنج و غم کے صدمہ سے نجات دے گا۔ ہر دل کو قابو کر لو۔ ہر مرد و عورت کو زیادہ مضبوطی کے ساتھ اس کی ڈیوٹی پر تعینات کر دو۔ اور ہم سب کو اس قابل بنا دو کہ ہم اس منزل عظیم کی طرف روانہ ہو جائیں۔ جو قائداعظم نے ہمارے لئے تجویز کر دی اور ہمیں اس پر ڈال دیا۔

"قائداعظم وفات پا گئے"

"پاکستان زندہ رہے گا"

اتحاد کا سفیر چل بسا

سول اینڈ ملٹری گزٹ' کا اداریہ

وہ لوگ جو قائداعظم کو صرف پاکستان کی نئی مملکت کا معمار تصور کرتے ہیں وہ درحقیقت ان کو ان کے صحیح مقام سے بہت نیچے گراتے ہیں۔ مرحوم کی زندگی بھر کی کوشش جو تقریباً نصف صدی تک جاری رہی یہ تھی کہ وہ کسی طرح اس برعظیم کی فرقہ وارانہ گتھی کو سلجھا سکیں۔ ان کے غیر فرقہ وارانہ اصولوں کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ انھوں نے شروع میں ہی اس نئی ریاست کی رسم افتتاح کے وقت اعلان کر دیا تھا کہ "ایک وقت آئیگا جب ہندو ہندو نہیں رہیں گے اور مسلمان مسلمان نہیں رہیں گے۔ مذہبی نقطہ نگاہ سے ایسا نہیں ہو گا کیونکہ مذہب ہر شخص کا ذاتی معاملہ ہے۔ بلکہ سیاسی نقطہ نگاہ سے بحیثیت ایک قوم کے افراد کے انہیں ایسا بننا پڑے گا۔" ہندوستان کے عالی دماغ لوگوں نے محض جذباتی رو میں مرحوم کو "اتحاد کے سفیر" کا موزوں خطاب نہیں دیا تھا۔ بلکہ مرحوم نے اپنی زندگی کی طویل مدت محض اس کوشش میں صرف کی کہ کسی طرح وہ تمام زہریلا مواد قوم کے جسم سے خارج کیا جا سکے جو فرقہ وارانہ اتحاد کی راہ میں اور بالآخر سیاسی ترقی کے حصول میں بہت بڑی رکاوٹ تھا۔ لیکن جب انھوں نے اپنی ان کوششوں کو کامیاب ہوتے نہ دیکھا اور یہ سمجھا کہ متحدہ ہندوستان کی سیاسی آزادی ممکن نہیں۔ تو انہوں نے بالآخر پاکستان کی اسکیم پیش کی۔ جس کی کامیابی کی صورت میں دونوں مملکتیں یعنی ہند اور پاکستان پہلو بہ پہلو ترقی کر سکیں گے۔ اور وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ دونوں قوموں اور ملکوں کے روابط بہتر اور استوار ہوتے جائیں گے کیونکہ مسلمانوں کو ہندوؤں کے غلبہ کا کوئی خطرہ باقی نہیں رہے گا۔

پاکستان کے بنتے ہی جو خونریزی وسیع پیمانہ پر ہوئی اس نے بلاشبہ مرحوم کی صحت پر بہت برا اثر ڈالا۔ ان کی وفات سے پاکستانیوں پر بہت بڑی ذمہ داری آپڑی ہے۔ اب انہیں بہت زیادہ محنت۔ اتفاق اور یک جہتی کی ضرورت ہے۔ قائداعظم کی زندگی ہی ان کی قوم کیلئے سبق آموز ہے۔ اس وقت پاکستان کو ان مشکلات کا سامنا ہے۔ جو اس کی بنیادوں کو متزلزل کرنے کی دھمکی دے رہی ہیں۔ ایسے وقت میں پاکستان کو مرحوم کے حسب منشاء کامیاب بنانے کیلئے آنسو بہانے اور ہڑتالیں کرنے سے کہیں زیادہ اتحاد اور صدق دلانہ کوشش کی ضرورت ہے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔

روزنامہ 'پاکستان ٹائمز' کا اداریہ

اپنی قوم کی بہبودی کیلئے مدت العمر کی محنت۔ قربانی اور خدمت کے بعد قائداعظم اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ انکا کمزور جسم آخر کار آرام کی منزل میں پہنچ گیا۔ اور ان کی روح کو ابدی راحت نصیب ہوئی۔ ہندوستانی مسلمانوں کی تاریخ میں محبت اور عزت کا یہ مقام کسی اور شخص کو حاصل نہیں ہوا۔ موجودہ انسانی یادداشت میں کسی شخص نے ایسی غیر مشتبہ وفاداری ایسی غیر مشروط جاں نثاری اور اس قدر بے اندازہ یقین پیدا نہیں کیا۔ کیونکہ مسلمانوں کی مظلوم قابل نفرت اور پراگندہ حال قوم کے لئے محمد علی جناح صرف ایک سیاسی لیڈر ہی نہ تھا۔ وہ باپ بھی تھا اور بھائی بھی دوست بھی تھا اور مشیر بھی۔ رہبر بھی تھا اور معتمد بھی۔ رفیق بھی تھا اور پیشوا بھی۔ غرض کہ تمام کمالات اس کی ایک ذات میں جمع تھے۔ لوگ افراد مصیبت کے وقت اسے یاد کرتے تھے اور راحت میں اسے دل سے دعائیں دیتے تھے اپنی زندگی کے بہترین حصے میں وہ قوم کے تمام تفکرات کا بوجھ اپنے کندھوں پر۔ سب کی تکالیف کا درد اپنے دل میں اور اس کی تمام محنتوں اور مشقتوں کی تکان اپنی ہڈیوں میں محسوس کرتا

رہا۔ اور اب جبکہ وہ دنیا سے رخصت ہوچکا ہے، قوم اس کی قیادت اور دانشمندانہ مشوروں سے محروم ہو چکی ہے۔ جو اس کی رہنمائی کرتے اور اس کی ڈھارس بندھاتے تھے وہ سرپرستی جاتی رہی جس نے ہم کو ایک مرکز پر جمع کر رکھا تھا وہ مصلح اب ہم میں موجود نہیں جس نے ہمارے لئے اخلاقی اور سیاسی صفات کا ایک معیار قائم کر دیا تھا۔ اس کی اندوہناک موت کے ان تاریک لمحات میں یہ اندازہ کرنا مشکل ہے کہ اس حادثے سے پاکستان کو اور اس برصغیر کو کیا کیا خطرات لاحق ہونگے۔ مطلع اتنا کبھی تاریک نہیں ہوا جیسا کہ آج ہے اور ان دنوں سے زیادہ تشویشناک وقت کبھی ہندوستان و پاکستان کے لوگوں پر نہیں آیا۔ اس حادثے سے نہ صرف سماجی، تمدنی اور اقتصادی ترقی کی امیدیں پوری ہونے سے رہ گئی ہیں۔ بلکہ قومی آزادی اور قومی خوشحالی کیلئے نئے خطرات پیدا ہو گئے ہیں۔ جن کا مقابلہ کر کے ان پر غالب آنا پڑے گا۔ لاکھوں خانماں برباد اپنی ان اندوہناک مصائب اور نقصانات کی وجہ سے ابھی تک آنسوؤں میں غرق ہیں۔ جو انہیں گذشتہ سال کی خونریزی کے ایام میں برداشت کرنا پڑے اور تا حال ان مصائب کا خاتمہ نظر نہیں آتا۔ نئی آزمائشیں اور نئے خطرات سامنے ہیں۔ تنگ نظری اور حرص پھر دونوں مملکتوں کو ایک تباہ کن شیطانی مصیبت میں مبتلا کرتی نظر آتی ہے۔ اور عوام کی آواز (جو سخت تکان کی وجہ سے بیٹھ چکی ہے) کی کوئی شنوائی نہیں۔ ہندوستان اور پاکستان دونوں کو اس موقعہ پر دانشمندی اور انسانی ہمدردی کا ثبوت دینا چاہیئے۔ اور اس خطرے کا سدباب کرنا چاہیئے۔ جو دونوں حکومتوں کو گھور رہا ہے۔ تاریخ کا یہ کتنا دردناک واقعہ ہے کہ ایسے نازک وقت میں دونوں مملکتیں اس برصغیر کی دانا ترین اور ہمدرد انسانیت شخصیتوں سے محروم ہوگئی ہیں۔ ہمارا نقصان زیادہ شدید اور اندوہناک ہے۔ اپنے مرحوم قائد کی تعظیم وہ وفاداری کا اور آپکی یاد کو تازہ رکھنے کا اور کوئی بہتر طریقہ نہیں کہ ہم اپنے آپ کو اس لافانی کردار کے سانچے میں ڈھالیں جسکا نمونہ خود قائداعظم نے اور آپ کی عمر بھر کی تعلیمات نے ہمارے لئے چھوڑا ہے۔ اس شدید غم سے جو اس وقت قوم پر طاری ہے تازہ ہمت اور نیا عزم پیدا ہونا چاہیئے۔ جو آپ کے شروع کئے ہوئے کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دے وہ کام ہے پاکستان کو آزاد ترقی پذیر اور محفوظ و مستحکم مملکت بنانے کا۔

قائداعظمؒ

ادارہ ماہنامہ نقوش لاہور۔ مارچ ۱۹۴۹ء

مغلوں کے زوال اور انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد ہندوستان کے مسلمان ابدی نامرادی کے غار میں گر چکے تھے۔ ان کی ذہنیت میں افسردگی رچ گئی تھی۔ ان کے ارادوں کو تصوف اور رہبانیت نے کچل ڈالا تھا۔ ان کے ادب میں انسان کی اولوالعزمی کے بجائے دنیا کی بے ثباتی کا موضوع سما چکا تھا۔ ان کی معاشرت بادشاہوں کے جائز و ناجائز وارثوں یعنی جاگیرداروں اور صاحب ثروت لوگوں کا چارہ بن چکی تھی۔ ان کی سیاست میں فرنگی بادشاہوں اور ان کے نمائندوں کی قصیدہ خوانی اور خوشامد کے سوا کچھ نہ تھا۔ انہوں نے اپنے مذہب پر بھی ان گنت فرقوں، نقلی پیروں اور جادوگروں کو مسلط کر رکھا تھا۔ استبداد و استعمار کے خلاف بغاوت کرنے کو وہ سرپھروں کا مشغلہ سمجھتے تھے اور ان تیشوں میں اتر چکے تھے جہاں زندگی محض ایک صدائے بازگشت اور موت ایک بے بہا حقیقت بن جاتی ہے اور جہاں انسان جان بوجھ کر بے احتیاطی سے شیشے کا برتن اٹھاتے ہوئے اسے توڑ بیٹھتا ہے تو کہتا ہے اللہ تعالیٰ کی یہی مرضی تھی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ان حالات میں، جبکہ حکمرانوں سے اپنی لٹی ہوئی آزادی چھین لینے کا ولولہ اور اپنی قوم کے کلچر اور عقیدے کی حفاظت کا نعرہ بیشتر صورتوں میں حلق میں دب کر رہ جاتا ہے لیکن قائداعظم کو انسانی شرف کی عظمت اور تمام انسانوں کی ناقابل شکست مساوات پر یقین تھا۔ وہ جانتے تھے کہ قومیں سٹ سکتی ہیں، مٹ نہیں سکتیں اور سورج غروب ہو سکتا ہے بجھ نہیں سکتا۔

یہی وہ یقین تھا جس نے قائداعظم کے طویل اور دشوار سفر میں ان کا ساتھ دیا اور آخر وہ دن آپہنچا جب قوم کو پروانۂ آزادی اور حق خود اختیاری ملا اور پاکستان نقشۂ عالم پر ایک نئے زاویے سے ابھرا۔ پاکستان کی تخلیق اگرچہ لاکھوں انسانوں کے لہو سے آلودہ ہوگئی اور کروڑوں انسان معاشرتی حیثیت سے جھنجھوڑ کر رکھ دیئے گئے مگر پاکستان کے دشمن بھی مانتے ہیں کہ اس میں نہ تو قائداعظم کا قصور تھا نہ مہاتما گاندھی کا۔ ثقافتی حیثیت سے دو مختلف قوموں کی جبری یکجائی (جس میں مغل شہنشاہوں اور انگریز حکمرانوں کی وقتی مصلحتیں پوشیدہ تھیں) صدیوں سے ایک ایسے ہی خوفناک اور غیر انسانی قتل و غارت کی غمازی کر رہی تھی اور پھر انگریز جو دسترخوان کے علاوہ سیاست میں بھی کانٹا چھری استعمال کرنے کا عادی تھا جاتے جاتے اس آگ کو ہوا دے گیا۔ یہ دو قومیں یکجا بھی رہ سکتی تھیں اور قائداعظم نے اپنی سیاسی زندگی کی ابتدا میں ان کی یکجائی ہی کا نعرہ بلند کیا تھا مگر دونوں قوموں کے اقتصادی معیار میں تفاوت اور ثقافت اور عقیدے کے لحاظ سے جائز و ناجائز امتیازات نے اس یکجائی کی کوئی گنجائش ہی باقی نہ رکھی تھی۔

قائداعظم کا مشن پورا ہو گیا۔ پاکستان قائم ہوا۔ لیکن ابھی اس نوزائیدہ ملک کو قائداعظم ایسے بے غرض۔ مخلص اور صاحب بصیرت مدبر کی برسوں تک ضرورت تھی۔ اتفاق یا مصلحت نے ان کے گرد ایسے رہنماؤں کو جمع کر دیا تھا جن کی اکثریت جاگیرداروں پر مشتمل تھی اور پھر اس کی اکثریت کی ذہنیت بھی جاگیردارانہ تھی ابھی قائداعظم کو ان لوگوں کے ذہنوں میں بھی جمہوریت، بے لوث خدمت خلق اور صدیوں کے جابر و قاہر حاکموں سے مکمل گلو خلاصی کے دو ٹوک فیصلے کی قوت بھرنا تھی کہ ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو پاکستان کے قیام کے ایک برس بعد متحدہ برصغیر کا یہ نیک نام فرزند اور پاکستان کا یہ نامور خالق اس دنیا سے اٹھ گیا اور اپنے ملک کو ایسے عالم میں چھوڑ گیا کہ پاکستان کو قیامت تک برقرار رکھنے کا جذبہ تو ہر دل میں تھا مگر پیٹ خالی تھے اور جسم نیم عریاں تھے، اور پناہ گزینوں کے قدم ابھی اکھڑے اکھڑے سے تھے اور پاکستانیوں کے ذہن میں کھلبلی تھی۔ اور پھر ابھی پاکستان کا کوئی دستور مرتب نہیں ہوا تھا۔

قائداعظم اگر چند برس اور زندہ رہتے تو ان تمام مسائل اور مشکلات کے حل ہونے کی امید تھی لیکن وقت حسب معمول بے حد سفاک ثابت ہوا۔ قائداعظم ہم سے چھن گئے اور اگرچہ ان کے ارشادات ہمیشہ ہمیشہ مشعل راہ رہیں گے لیکن ان کے وجود گرامی سے ہم محروم ہو گئے۔ اور اگرچہ چاند بادل کی اوٹ میں ہو کر بھی چاندنی برسا سکتا ہے مگر جب وہ بادل کی اوٹ میں نہیں ہوتا تو اس کی چاندنی میں زیادہ چمک، زیادہ ٹھنڈک اور زیادہ لطافت محسوس ہوتی ہے۔

ادارہ نقوش قائداعظم کے انتقال کے چھ مہینے بعد اپنے جذبات کا اظہار کر رہا ہے۔ اس لئے کہ وہ مجبور تھا۔ اس لئے کہ قائداعظم ہی کے پاکستان میں اس کی زبان چھ مہینے کے لئے بند کر دی گئی تھی۔ اس سلسلہ میں ہم قائداعظم کی پاکیزہ روح کے سامنے شرمندہ اور حکومت پنجاب کے اس غیر جمہوری اقدام کے شاکی ہیں۔

قائداعظم کے نام

(ماہنامہ نقاد کراچی۔ اکتوبر ۱۹۴۸ء)

ایڈیٹر ظفر نیازی

۱۲ ستمبر کی صبح کو ریڈیو پاکستان نے یہ اندوہناک خبر سنائی کہ آپ نے فانی دنیا کو خیرباد کہہ دیا۔ اس کے بعد تمام دنیا کے اخبارات نے بھی اس کی تصدیق کی کہ آپ رحلت فرما گئے۔ لوگوں کو بیچ بیچ یقین آ گیا کہ پاکستان کا بانی اور موجودہ دنیائے اسلام کا محسن اعظم مر گیا۔ لوگوں کو یہ کہتے بھی سنا کہ پاکستان اور تمام دنیا کے مسلمان اپنے سچے رہنما سے ایسے وقت محروم ہوتے ہیں جب کہ ملت کو سب سے زیادہ اس وقت رہنمائی کی ضرورت تھی۔ لاکھوں مسلمانوں کو روتے ہوئے بھی دیکھا۔ ملک کے کونے کونے سے ہڑتالوں کی خبریں بھی سنیں۔ اخباروں کے صفحات کو بھی ماتم کدہ بنتے دیکھا۔ آپ کی محترم بہن اور صاحبزادی کی آنکھوں میں آنسو بھی دیکھے۔ آپ کے رفقائے کار کی لرزتی ہوئی اور غمناک آوازیں بھی سنیں۔ دنیا کے کونے کونے سے تعزیت کے پیغام بھی آتے دیکھے۔

پاکستان اور دوسرے اسلامی ممالک کے در و دیوار پر حسرت بھی دیکھی۔ پاکستان کے ایک ایک فرد کو یتیم ہوتے ہوتے بھی سنا۔ ان کے چہروں پر وہ ساری کیفیات بھی دیکھیں جو صرف ایک یتیم کے چہرے پر ہی پیدا ہو سکتی ہیں۔ سب کچھ دیکھا مگر اے قائداعظم! اے بابائے ملت! کیا یہ صحیح ہے کہ آپ مر گئے؟ کیا آپ واقعی مر سکتے ہیں؟ قوم کا اتنا بڑا نجات دہندہ۔ دس کروڑ مردہ لاشوں کو آزادی کی زندگی بخشنے والا خود مر سکتا ہے؟ یقین نہیں آتا ان افواہوں پر۔ اور یقین بھی کیسے ہو جب کہ سب کچھ آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ اتنا بڑا پہاڑ جیسا پاکستان میرے سامنے ہے۔ آزادی کی نعمتوں سے مالا مال کروڑوں مسلمان میرے سامنے ہیں۔

"قائداعظم زندہ باد" کے فلک شگاف نعرے میرے کانوں میں اس وقت بھی گونج رہے ہیں۔ پاکستان کے ذرہ ذرہ پر آپ کا نام لکھا ہوا نظر آ رہا ہے۔ آپ کو اتنے بڑے ملک کے ہر گوشہ میں چلتا پھرتا دیکھ رہا ہوں۔ پھر بھی لوگ کہتے ہیں آپ مر چکے ہیں۔

آپ نے قوم کے سامنے سارا پروگرام رکھ دیا، ساری اسکیمیں رکھ دیں، جن میں سے ابھی چند ہی پوری ہوئی ہیں اور باقی پر عمل کرنا باقی ہے۔ پاکستان کے مستقبل کو آفتاب کی طرح درخشاں کرنے کے لئے سب کچھ آپ کہہ چکے ہیں، بتا چکے ہیں، سمجھا چکے ہیں۔ پھر بھی بعض ناسمجھ کہہ رہے ہیں کہ قائداعظم مر چکے ہیں۔ اب رہنمائی کی سخت ضرورت ہے۔

مانتا ہوں کہ آپ کا ظاہری جسم اب ہماری نظروں کے سامنے کبھی نہیں آئے گا۔ جانتا ہوں کہ آپ بہت تھک گئے ہیں۔ اس ضعیفی کے عالم میں مسلسل ۱۸ گھنٹے روزانہ آپ کام کرتے رہے۔ ہمارے لئے آپ نے اپنی نیندیں حرام کر دیں۔ عیش اور آرام چھوڑ دیا۔ اس کثرتِ کار نے آپ کے ناتواں جسم کو تھکا دیا ہے بےشک آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔ ہم آپ کے اس آرام میں خلل ڈالنا نہیں چاہتے اور ہمیں یقین ہے کہ آئندہ جس وقت بھی آپ نے ضرورت محسوس کی آپ ہماری سچی رہنمائی کے لئے آ موجود ہوں گے۔

ہماری موجودہ ضرورتوں اور ملک کو مضبوط بنانے کے لئے آپ نے جو پروگرام ہمارے سامنے رکھا تھا اس کا ایک ایک حرف ہمیں یاد ہے۔ ہمیں یہ بھی یاد ہے کہ آپ نے آپس کے اتحاد اور اندرونی تنظیم پر سب سے زیادہ زور دیا ہے۔ ہمیں یاد ہے کہ آپ نے پاکستان کے ایک ایک فرد سے ملک کی ہمدردی اور سچی محبت کا وعدہ لیا ہے۔ ہمیں یہ بھی یاد ہے کہ آپ نے اخوت اور مساوات اور رواداری کی تعلیم ہمیں دی ہے۔ ہمیں وہ سب کچھ یاد ہے جو ان باتوں کے علاوہ بھی آپ ہم سے چاہتے تھے۔

آپ کی وہ تمام خواہشیں ایسی نہیں ہیں جن سے ہم غفلت برتیں۔ ہمیں آپ سے ملی ہوئی تمام تعلیم حفظ ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ ہمیں پوری طرح یاد ہے۔ قائداعظم آپ اطمینان رکھئے آپ جو کچھ چاہتے ہیں وہی ہو گا۔ پاکستان کا ایک ایک فرد آپ کے سامنے خدا کو حاضر ناظر جان کر اور اپنی مقدس کتاب ہاتھ میں اٹھا کر عہد کرتا ہے اور آپ سے وعدہ کرتا ہے کہ ہم آپس کے اتحاد کو اپنا نصب العین بنائیں گے۔ اپنے تمام اختلافات دفن کر دیں گے۔ وطن عزیز کی



قائد اعظم کی پہلی برسی پر ڈاک ٹکٹ جاری کیا گیا

حفاظت اور سلامتی کے لئے اگر ہمیں اپنے خون کی ضرورت پڑی تو قائداعظم! آپ یقین کیجئے کہ ہم اپنا اور اپنے معصوم بچوں کا خون ہنستے ہنستے بہائیں گے مگر آپ سے ملی ہوئی امانت پاکستان کو ہر صورت سے زندہ اور مستحکم رکھیں گے آپ کا دیا ہوا پروگرام ہمارے سامنے ہے اور انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ پاکستان کو ہم دنیا کی ہر بڑی سے بڑی اور خوش حال سلطنت کا ہم پلہ بنا دیں گے۔ ہم دنیا پر واضح کریں گے کہ مسلمان آزادی کی قیمت جانتا ہے، آزاد رہنا جانتا ہے اور دنیا کو ظلم و ستم کے پنجے سے آزاد کرانا بھی جانتا ہے۔ قائداعظم! ہم آپ کے آرام میں مخل ہونا نہیں چاہتے۔ آپ بہت تھک گئے ہیں۔ آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔ بیشک آپ آرام کیجئے اور دیکھئے کہ ہم کس مستعدی کے ساتھ پاکستان کو دشمن کی تمام فتنہ انگیزیوں سے بچا کر ترقی اور خوشحالی کی انتہائی معراج پر پہنچا دیں گے اور کتنا اچھا ہوگا وہ دن جب خدا کے سامنے آپ ہماری طرف نگاہیں اٹھائیں گے اور ہمارے سر فخر سے بلند ہو رہے ہوں گے کہ ہم نے آپ کے حسین خواب کو حقیقت میں تبدیل کر دیا ہے۔

پاکستان پائندہ باد

دہر میں اک چراغ تھا نہ رہا

دو ماہی سنگ میل پشاور۔ اکتوبر ۴۸ء

ادارہ:۔ خدیجہ مستور۔ فارغ بخاری
رضا ہمدانی۔ ا۔ خاطر غزنوی

آزادی کے دوسرے سال کا سب سے بڑا حادثہ قائداعظم محمد علی جناح گورنر جنرل پاکستان کا سانحۂ ارتحال ہے۔ آپ ۱۱ ستمبر کو رات کو ساڑھے دس بجے اچانک حرکت قلب بند ہو جانے سے رحلت فرما گئے۔ پاکستان کے لئے خصوصاً اور دنیائے اسلام کے لئے عموماً یہ سانحہ اتنا عظیم ہے کہ اس کی تلافی کسی طرح ممکن نہیں۔

قائداعظم نہ صرف ایک بہت بڑے قانون دان اور سیاست دان تھے بلکہ آپ ملت اسلامیہ کے ہر دلعزیز محبوب رہنما اور سب سے بڑی اسلامی حکومت کے معمار بھی تھے اور یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ مسلمان قوم کو صدیوں کے بعد اتنا بڑا قائد نصیب ہوا۔

اس وقت جب کہ پاکستان اور ہندوستان کے اختلافات نے ایک نازک صورت اختیار کر لی ہے اور دونوں قومیں جنگ کے دروازے پر کھڑی ہیں ان پیچیدہ اور الجھی ہوئی گتھیوں کو سلجھانے کے لئے قائداعظم ایسے سیاست دان اور مدبر رہنما کی اشد ضرورت تھی اور ایسے اہم وقت میں آپ کی مفارقت پاکستان کے لئے ہی نہیں بلکہ دونوں ملکوں کے لئے ایک جانکاہ حادثہ ہے اور دونوں ملکوں کا مستقبل ایک بہت بڑے خطرے اور آزمائش میں پڑ گیا ہے۔ اس امر کا اعتراف نہ کرنا ایک بہت بڑی بددیانتی ہوگی کہ یہ قائداعظم کی واحد شخصیت ہی تھی جس نے اب تک نہایت مشکل اور صبر آزما مسائل کو ہمیشہ پورے تدبر، حوصلے اور تحمل سے امن پسندانہ طور پر حل کرنے کی کوشش کی اور جنگ کے بھیانک شعلوں سے اپنے وطن کو محفوظ رکھنے کے لئے آپ آخری وقت تک جدوجہد کرتے رہے اور آج جب کہ ایک ایسی صلح کن اور دور اندیش شخصیت سے ہم محروم ہو چکے ہیں ہمارا اور ہمارے رہنماؤں کا یہ فرضِ منصبی ہے کہ اپنے محبوب قائد اور نجات دہندہ کے نقشِ قدم پر چل کر پاکستان کی نو زائیدہ ریاست کو امن اور مفاہمت کے راستے پر ڈالیں اور پاکستان و ہندوستان کے عوام جو دوسری جنگ عظیم اور ملکوں کی تقسیم سے پہلے ہی جانکنی کے عالم میں مبتلا ہیں زندگی اور مسرت کا پیغام دے کر ان کے لاتعداد پیش پا افتادہ مسائل کو حل کرنے کی کوششوں میں ہمہ تن مصروف ہو جائیں۔

ملت کا پاسباں ہے، محمد علی جناح

حصول پاکستان سے قبل آزادی کی تحریک جب عروج پر تھی، ملت کا قافلہ قائداعظم کی رہنمائی میں بڑے جوش کے ساتھ اپنی منزل کی طرف گامزن تھا۔ اسی دور میں بعض ایسی قومی نظمیں کہی گئیں، جن سے عزم و عمل کی حرارت تیز تر ہو گئی اور آخر اسی جذبے کی قوت اور حق تعالیٰ نے ہمیں ہمارا آزاد وطن "پاکستان" عطا کیا۔ میاں بشیر احمد کی یہ نظم ہمارے قومی ادب میں ایک تاریخی ورثے کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں عظیم قیادت پر مستحکم اعتماد کا اظہار بھی ہے اور قوم کے دل کی دھڑکنیں بھی

ملت کا پاسباں ہے، محمد علی جناح
ملت ہے جسم، جاں ہے محمد علی جناح
صد شکر پھر ہے گرم سفر اپنا کارواں
اور میر کارواں ہے محمد علی جناح
بیدار مغز ناظم اسلامیانِ ہند
ہے کون؟ بے گماں ہے محمد علی جناح
تصویر عزم، جانِ وفا، روحِ حریت
ہے کون؟ بے گماں ہے محمد علی جناح
رکھتا ہے دل میں تاب و تواں نو کروڑ کی
کہنے کو ناتواں ہے محمد علی جناح
رگ رگ میں اس کی ولولہ ہے حُبِ قوم کا
پیری میں بھی جواں ہے محمد علی جناح
لگتا ہے ٹھیک جا کے نشانے پہ جس کا تیر
ایسی کڑی کماں ہے محمد علی جناح
ملت ہوئی ہے زندہ پھر اس کی پکار سے
تکبیر کی اذاں ہے محمد علی جناح
غیروں کے دل بھی سینے کے اندر دہل گئے
مظلوم کی فغاں ہے محمد علی جناح
اے قوم، اپنے قائداعظم کی قدر کر
اسلام کا نشاں ہے محمد علی جناح
لاہور اپنے بخت پہ نازاں ہے کیوں نہ ہو
آج اس کا میہماں ہے محمد علی جناح
عمرِ دراز پائے مسلماں کی ہے دعا
ملت کا ترجماں ہے محمد علی جناح

عالمی اخبارات کا خراجِ عقیدت

روزنامہ نیوز کرانیکل انگلستان

"صرف موت ہی وہ دشمن تھی۔ جس کے سامنے قائد اعظم محمد علی جناح نے اپنا سر جھکا دیا"

روزنامہ اسٹیٹسمین نئی دہلی (۱۳ ستمبر)

"ہمیں رنج ہے کہ پاکستان کا سب سے بڑا آدمی اور ان کا گورنر جنرل محمد علی جناح ہمیشہ کے لیئے چھن گیا۔ اگرچہ بظاہر مسٹر جناح کی شخصیت میں بعض کمزوریاں موجود تھیں۔ لیکن مسٹر جناح کی عظمت کسی آنکھ سے چھپی ہوئی نہ تھی۔ ان کی مثال ایک ہیرے کی تھی جو انتہائی سخت ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی ہیرا ہے۔ وہ ایک عظیم اور غیر متزلزل قوت ارادی کے مالک تھے۔ جس استقلال و عزم کے ساتھ انہوں نے اپنے مقاصد حاصل کئے۔ اس کی مثال نہیں ملتی۔ انہوں نے اپنے لئے ایک منزل مقرر کی اور اس پر پہنچ کر ہی دم لیا۔ یہ ان کی تحصیل بے مثال ہے"

نیویارک ہیرالڈ ٹریبیون۔ امریکہ

"قائد اعظم محمد علی جناح کی زندگی کے سال احترام اور اعزازات سے پُر تھے۔ ان کا انتقال اس وقت ہوا جب وہ اپنا کام پورا کر چکے تھے۔ تاریخ سیاست میں تخلیق پاکستان ایک بے مثال معرکہ ہے۔ اس کام کو جو بظاہر ناممکن معلوم ہوتا تھا۔ مسٹر جناح نے ممکن بنا دیا"

روزنامہ ہندو دہلی (۱۶ ستمبر ۱۹۴۸ء)

"مسٹر جناح اپنی قوم کے نجات دہندہ تھے یا نہ تھے؟ اس کا جواب تاریخ ہی دے سکتی ہے۔ لیکن اس چیز سے بہر حال انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان کے ارادے میں حقیقتوں کو مٹانے اور خوابوں کو حقیقت بنانے کی طاقت تھی"

نیویارک ٹائمز امریکہ (۱۴ ستمبر ۴۸ء)

"وہ قائد اعظم تھے۔ ہندوستانی مسلمانوں کے حقیقی رہبر۔ وہ مسلم لیگ کے دماغ تھے اور مسلم قوم کے قلب ان کی قوت سے پاکستان بغیر لیڈر رہ گیا ہے"

روزنامہ تیج دہلی (۱۵ ستمبر ۴۸ء)

"مسٹر جناح ایک نامور لیڈر تھے۔ انہوں نے ایک کانگریسی لیڈر کی حیثیت سے اپنی سیاسی زندگی کی ابتدا کی۔ لیکن بعد میں وہ ایسے تبدیل ہوئے کہ کانگریس کو انہوں نے اپنا دشمن قرار دیا۔ مسٹر جناح کی عظیم شخصیت کا مطالعہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ وہ ارادے کے پکے تھے۔ اور دوسرے فریق کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھانے میں بہت سمجھدار تھے۔ اس لحاظ سے مسٹر جناح ایک بہت بڑی شخصیت کے مالک تھے۔ مسٹر جناح کی وفات سے پاکستان کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ ہم نیک نیتی سے محسوس کرتے ہیں کہ پاکستان کو ایک مضبوط ملک ہونا چاہیئے۔ ہندوستان کے نزدیک پاکستان نہ صرف ایک پڑوسی ملک ہے بلکہ چھوٹے بھائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور ہم ہر طرح اس کی مدد کرنے اور اس کی مشکلات دور کرنے کو تیار ہیں"

مانچسٹر گارجین۔ انگلینڈ

"مسٹر جناح کی وفات سے ایشیائی سیاسیات میں جو تازہ صورت حالات پیدا ہو گئی ہے۔ وہ اتنی غیر یقینی ہے کہ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اب کیا ہوگا؟

مسٹر جناح کی سیاسی بصیرت نے اس بات کا بخوبی اندازہ لگا لیا تھا کہ ہندوستان کی قومی تحریک میں مسلمانوں کے مفاد کو صرف اسی صورت میں محفوظ رکھا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کو قوم کا درجہ اور نام دیا جائے۔ ان کی سحر طرازی کارگر ثابت ہوئی۔ لوگوں کے دل نئے جوش و خروش سے بھر گئے۔ اور لوگوں میں وہ سرگرم عمل روح پیدا ہو گئی۔ جس نے برعظیم ہند کو تقسیم کرا کے چھوڑا۔ اور یہ ایسی زبردست کامیابی تھی جو اس سے پہلے کسی ایشیائی مدبر کو حاصل نہ ہوئی تھی"

۱۰۸۔ روزنامہ الجمعیۃ دہلی (۱۵ ستمبر ۴۸ء)

"اطراف عالم میں یہ خبر انتہائی افسوس اور رنج سے سنی گئی کہ مسٹر محمد علی جناح گورنر جنرل پاکستان ۱۱ ستمبر ۴۸ء کی شب کو ساڑھے دس بجے حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے کراچی میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہم اس حادثہ جانکاہ سے پاکستان کے باشندوں کے حزن و ملال کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ عین وقت پر اپنے ایک بہت بڑے لیڈر کی سرپرستی سے محروم ہو گئے۔ اور ان کی توقعات کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔

ہمارا فرض ہے کہ آج ہم گزرنے والے کی اچانک وفات پر اپنی تعزیت پیش کریں۔ اور ان کے رفقا اور اعزہ کی خدمت میں اپنے قلبی تاثرات کا ہدیہ گزاریں۔ دعا ہے کہ خدائے قدوس ہم سب کا حامی و ناصر ہو متعلقین کے قلب حزیں پر صبر جمیل کا القا فرمائے۔ آمین"

۱۰۹ روزنامہ پر بھارت دہلی

"ہمیں یہ اعتراف کر لینا چاہئیے کہ محمد علی جناح ایک وکیل کی طرح اٹھے۔ اور ہندوستان کے ٹکڑے کرانے میں کانگریس جیسی عظیم الشان پولیٹیکل جماعت کو شکست دی۔ اور ایک اسلامی ملک کے گورنر جنرل بن گئے۔ ان کی موت مسلمانوں کو زندگی بخشنے والی ثابت ہو سکتی ہے۔ لاکھوں مسلمان نوجوان ان کا نام لے کر میدان میں اترا کریں گے۔ ہمیں یہ اعتراف بھی ہے کہ انگریزوں کو بھی مسٹر جناح نے ہی ہند کی تقسیم پر مجبور کیا تھا۔ ان انگریزوں کو جنہوں نے وزارتی مشن کی شکل میں اعلان کیا تھا۔ کہ پاکستان نہیں بننا چاہیئے۔ ہم مسلم لیگ کی تجویز کو قبول نہیں کر سکتے۔ اور ہمیں یہ اعتراف بھی کر لینا چاہئیے کہ متحدہ ہندوستان کی تمام طاقتیں اس ایک شخص سے شکست کھا گئیں۔ غیر جانبدار تاریخ لکھنے والے مجبور ہوں گے کہ محمد علی جناح کو دنیا کے بڑے آدمیوں میں شمار کریں۔ یقیناً وہ ایک بڑے آدمی تھے۔ نہ ہوتے تو تاریخ کا رخ نہ پلٹتا"

۱۱۰۔ یارک شائر پوسٹ۔ لندن

"مسٹر جناح نے بہت ہی دشوار کام سر کیا۔ کیونکہ ان کے پاس کامیابی حاصل کرنے کیلئے ہمت اور جرأت کا بے پناہ ذخیرہ تھا۔ سیاستدان کی حیثیت سے باقی لوگوں کی نسبت ان کا درجہ بہت بلند ہے۔ ان کو خدا کی طرف سے یہ خاص انعام ودیعت ہوا تھا کہ وہ فوراً بات کی تہہ تک پہنچ جاتے تھے۔ وہ ایسے زبردست سیاستدان تھے کہ کوئی شخص ان کو شکست نہ دے سکتا تھا۔ انہوں نے جب یہ دیکھ لیا کہ کانگریس کی طرف سے ہندوستان کے آزادی کا مطالبہ کا مطلب تمام ہندوستان پر ہندو راج قائم کرنا ہے تو وہ کانگریس سے علیحدہ ہو گئے"

۱۱۱۔ ہندوستان ٹائمز۔ بھارت

"صرف تاریخ ہی اس امر کا فیصلہ کر سکتی ہے کہ آیا جناح کوئی مسیحائے ملت تھا یا ایک قوم کا موسیٰ تھا۔ جو اپنے گلے کو ارض مقدس تک لے گیا۔ یا محض موقعہ پرست خود پرست تھا۔

اچھا کیا یا بُرا کیا۔ اس سے قطع نظر اتنا تو ضرور ماننا پڑے گا کہ ان کے عزم بالجزم کے سامنے حقائق مٹ گئے اور خواب و خیال حقیقت کی شکل میں مجسم ہو کر دنیا کے سامنے آگئے۔ انہوں نے اپنے زمانے کی عظیم ترین شخصیت کو۔ للکارا اور بازی جیتی۔ ان کے سیاسی مخالفین بھی یہ تسلیم کئے بنا نہیں رہ سکتے کہ مسٹر جناح اپنے ارادے

کے پکے اور پُرخلوص نیت کے مالک تھے۔ ممکن ہے کہ تاریخ ان کی فرقہ پرستی کی بنا پر انہیں نشانۂ تنقید بنائے لیکن تاریخ انہیں فراموش ہرگز نہیں کر سکتی کیونکہ انہوں نے تاریخ بنائی ہے۔

ان کا بڑے سے بڑا مخالف بھی ان کی خوبیوں کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ وہ اپنے اندر قلب سلیم رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنے دشمن کے مقابلے میں کبھی کوئی اوچھا ہتھیار استعمال نہیں کیا۔"

ڈیلی ایکسپریس۔ لندن

"مسٹر جناح کے عزم و استقلال اور محنت و ہمت نے پاکستان کو ایک لڑی میں پرو رکھا تھا۔

ہندوستان سے برطانیہ کے رخصت ہونے کے بعد سے نوزائیدہ مملکت پاکستان کو جن مصائب و مشکلات سے گزرنا پڑا ہے۔ یہ آزمائش ان سب سے زیادہ کڑی ہے (یعنی قائد اعظم کی وفات)"

روزنامہ ملاپ۔ بھارت

"متحدہ ہندوستان نے مسٹر جناح سے زیادہ مضبوط۔ زیادہ ارادہ ور اور زیادہ سخت آدمی آج تک پیدا نہیں کیا۔ مسٹر جناح نے اپنے سامنے جو آدرش (نصب العین) رکھا۔ اس پر چٹان کی طرح قائم رہے۔ مخالفتوں کے طوفان۔ نکتہ چینی کی آندھیاں۔ ناموافق حالات کے بھونچال۔ کوئی بھی انہیں اس جگہ سے ہلا نہ سکا۔ جہاں وہ ایک بار کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے کہا تھا "انڈین نیشنل کانگریس مسلمانوں کی نمائندہ نہیں" اور عملی طور پر انہوں نے ثابت کیا کہ یہ بات درست ہے۔ کانگریسی نیتاؤں کی متواتر کوششوں اور نیشنلسٹ مسلمانوں کی لگاتار جدوجہد کے بعد بھی وہ اس بات میں پچھل (کامیاب) ہوئے کہ ۹۵ فی صد مسلمان آبادی کے ووٹوں کو حاصل کیا۔ انہوں نے کہا "ہندوستان اور برطانیہ کو دو قوموں کی تھیوری تسلیم کرنی پڑے گی۔ اور آخر کار دونوں نے عملی طور پر اس تھیوری کو تسلیم کیا۔" انہوں نے کہا "پاکستان بن کے رہے گا"، اور آخر کار وہ دن آیا جب وہ بات جسے ہم لغویت کی انتہا کہتے تھے اصلیت بن کے ہمارے سامنے آ گئی۔ انہوں نے کہا کہ "آبادیوں کا تبادلہ ہونا چاہئے" اور آخر کار یہ تبادلہ ہوا اور اس طرح ہوا کہ دنیا لرز اٹھی۔

یہ سب کچھ اچھا تھا یا برا۔ اس پر بحث کرنے کی آج ضرورت نہیں۔ اس بات کو کون تسلیم کرنے سے انکار کر سکتا ہے کہ مسٹر جناح ایک زبردست قوت ارادی کے مالک تھے۔"

روزنامہ صدائے مردم۔ تہران (۱۳ ستمبر ۴۸ء)

"قائد اعظم محمد علی جناح مرحوم فرمانروائے کل پاکستان (گورنر جنرل) کی وفات حسرت آیات کی خبر کل تہران پہنچی۔ جس سے ہمارے دل تاثر و تاسف اور اندوہ و دلگیری سے بھر گئے۔

مرحوم محمد علی جناح برعظیم ہند کے بزرگ ترین لیڈروں میں سے تھے۔ جنہوں نے مملکت پاکستان کے قیام کے سلسلے میں حوصلہ فرسا اور قوت شکن تلخیاں اور تکالیف برداشت کیں۔ ان کی ذات گرامی نے مسلمانان ہندوستان کو تشتت اور افتراق سے نکال کر وحدت و یگانگی بخشی۔ اور اس کے نتیجہ میں آخر کار تمام مسلمانوں کی امداد و فداکاری سے ایک ایسی آزاد اسلامی مملکت کے بنانے میں کامیاب ہوئے جس کی آبادی سات کروڑ سے زائد نفوس پر مشتمل ہے۔

مرحوم محمد علی جناح کی وفات حسرت آیات پاکستان کے لئے ایک ایسا نقصان عظیم ہے جس کی تلافی ناممکن ہے۔ مسلمانان ایران جس طرح (تاسیس) پاکستان سے شاداں و مسرور ہوئے تھے۔ اسی طرح اب قائد اعظم کے فقدان سے اپنے پاکستانی بھائیوں کے غم و اندوہ میں برابر کے شریک و سہیم ہیں۔

ہم روزنامہ صدائے مردم کے کارکنوں اور کارپردازوں کی طرف سے مردمان نجیب پاکستان کو اس سانحہ عظیم میں اظہار ہمدردی کرتے ہیں۔"

روزنامہ امرت بازار پتریکا۔ بھارت

"اگر ہندوستان نے اپنی آزادی کے معمار کو آزادی ملنے کے چند ہی ماہ بعد کھو دیا تو پاکستان بھی کم بد قسمت نہ تھا کیونکہ پاکستان کے قیام کے تیرہ ماہ بعد میں اس سے قائد اعظم کو چھین لیا گیا۔

قائد اعظم نے مسلمانوں کو وہ دے دیا جس کا انہوں نے وعدہ کیا تھا۔ اب پاکستانیوں اور ان کے لیڈروں کا فرض ہے کہ وہ اُسے قائم رکھیں اور مضبوط اور ترقی یافتہ ملک بنائیں۔ ہماری دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔"



خواجہ ظفر نظامی

ضلع گجرات کے مردم خیز قصبہ نوشہرہ خواجگان میں ۱۹ ستمبر ۱۹۲۵ء بروز بدھ پیدا ہوئے۔ آپ کو علم و ادب کا شوق ورثہ میں ملا۔ ان کے والد خواجہ غلام حسین احمد مرحوم بسلسلہ کاروبار ہمیشہ سیتا پور (یو پی) میں مقیم رہے۔ وہیں انہوں نے تعلیم کی تکمیل کی اور بہت سی نایاب کتابیں جمع کیں۔ قیام پاکستان کے بعد پاکستان چلے آنے کی وجہ سے وہ ذخیرہ کتب سیتا پور رہ گیا۔ یہاں آ کر جو کتب جمع کیں۔ وہ لاجواب اور نایاب ہیں۔ خاص طور پر اسلام "تاریخ پاکستان اور قائد اعظم کے متعلق بہترین کتابیں ان کی لائبریری میں موجود ہیں اور بعض کتابیں دو سو سال پیشتر کی شائع شدہ ہیں۔ فارسی میں لکھی ہوئی رامائن بھی ہے۔ علمی و ادبی رسائل میں سے معارف۔ نگار۔ البلال۔ ادبی دنیا وغیرہ کی متعدد جلدیں ہیں۔ کتابوں کے علاوہ فنون لطیفہ سے خاص شغف رکھتے ہیں۔ دنیا بھر کے لاکھوں ٹکٹ۔ بے شمار سکے اور نوٹ جمع کر رکھے ہیں۔ ان کے کئی مضامین اخبارات و رسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ سیارہ ڈائجسٹ میں تو مسلسل سات ماہ تک "پاکستان کی کہانی ٹکٹوں کی زبانی" اشاعت پذیر ہو چکا ہے۔ کتابوں میں "خواجہ کا لقب" "ٹکٹوں کا مشغلہ" چھپ چکی ہیں۔ اس کے علاوہ سماجی کاموں میں بھی دلچسپی لیتے ہیں۔ چنانچہ دس سال تک انجمن خواجگان کے شعبہ نشر و اشاعت کے سیکرٹری رہے۔ اب دو سال سے انجمن فلاح ملت کے جنرل سیکرٹری ہیں۔ اس انجمن کے تحت ایک انڈسٹریل ہوم اور دو سنٹر تعلیم بالغاں مردانہ و زنانہ عوام کی خدمت کر رہے ہیں۔ مرکزی مجلس قائد اعظم لائبریری کے خازن بھی ہیں۔

دورِ جدید کا سب سے بڑا علمی منصوبہ

انسائیکلوپیڈیا معلومات
قسط وار

(ہر پہلی تاریخ کو شائع ہوتا ہے)

فی قسط -/۳ روپے ——— سالانہ -/۳۰ روپے

خدمتِ اسلام کی عاجزانہ مگر منظم کاوش

اسلامی انسائیکلوپیڈیا
قسط وار

ہر پندرہ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

فی قسط -/۳ روپے ——— سالانہ -/۴۰ روپے

بچوں کے لیے اردو کا پہلا انسائیکلوپیڈیا رنگارنگ باتصویر

بے بی انسائیکلوپیڈیا
قسط وار

(ہر پہلی تاریخ کو شائع ہوتا ہے)

فی قسط ۲/۵۰ روپے ——— سالانہ -/۲۵ روپے

۱۹۷۶ء کی سب سے خوبصورت کتاب

محمد رسول اللہ

ڈاکٹر توفیق الحکیم کی عظیم تصنیف

عطیہ خلیل عرب کا بہترین ترجمہ

قیمت -/۲۵ روپے

۱۹۷۶ء کی سب سے کثیرالاشاعت کتاب

سبز کتاب

فرمودات قائداعظم کا حسین مجموعہ

طالب علموں اور دوستوں کے لیے بہترین تحفہ

جدت کا امین انقلاب کا ضامن
مکتبہ شاہکار

ہر موضوع کی قدیم وجدید شاہکار جریدی کتب ہر پہلی اور پندرہ تاریخ کو انتہائی باقاعدگی سے پیش کرتا ہے۔

۱- حاجی مراد	۲/۵۰
۲- لو سٹوری	-/۲
۳- غبارِ خاطر	۳/۵۰
۴- نوٹرے ڈیم کا کبڑا	۲/۵۰
۵- داراشکوہ	-/۳
۶- رومیو جولیٹ	۳/۵۰
۷- میکبتھ	
۸- سائنس سے بھی عجیب تر	-/۲
۹- جہانِ بہار - آتشِ رفتہ	-/۳
۱۰- آوازِ دوست	-/۳
۱۱- بھوانی جنکشن	۲/۵۰
۱۲- پولیس افسر کی ڈائری	۲/۵۰
۱۳- شاہنامۂ اسلام (اوّل)	-/۳
۱۴- چلتے ہو تو چین کو چلیے	۲/۵۰
۱۵- علی اور نینو	۲/۵۰
۱۶- تحریکِ پاکستان	-/۳
۱۷- صحرانورد کے خطوط (اوّل)	-/۳
۱۸- النبی الخاتم	۲/۵۰
۱۹- شاہنامۂ اسلام (دوم)	-/۳
۲۰- فردوسِ بریں	۲/۷۵
۲۱- ایمانیات	۲/۲۵
۲۲- جین آئر	-/۴
۲۳- شکست	-/۳
۲۴- مجبور آوازیں	-/۴
۲۵- شاہنامۂ اسلام (سوم)	-/۳
۲۶- قائداعظم میری نظر میں	-/۴
۲۷- مقدس نازنین	-/۴
۲۸- صحرانورد کے خطوط (دوم)	۳/۵۰
۲۹- خزینۂ معلومات	-/۴
۳۰- علی گڑھ کے تین نامور فرزند	-/۲
۳۱- شاہنامۂ اسلام (چہارم)	-/۳
۳۲- محبت عظیم ہے	۲/۵۰
۳۳- نقوشِ قائداعظم	۲/۵۰
۳۴- اردو کی آخری کتاب	۲/۵۰
۳۵- رحمتِ عالم	-/۲
۳۶- اسرائیل قرآنی پیشین گوئیوں کی روشنی میں	۳/۵۰
۳۷- اردو کے چار مزاحیہ شاعر	-/۲
۳۸- پولیس افسر کی ڈائری (حصہ دوم)	-/۳
۳۹- ذہن کی آزمائش	۲/۵۰
۴۰- قاسم کی مہندی	۳/۵۰
۴۱- پیغمبرِ صحرا	-/۴
۴۲- نوجوان ورتھر کی داستانِ غم	۲/۵۰
۴۳- بیادِ قائداعظم	۲/۵۰

اشاعتی میدان میں ہمہ گیر انقلاب برپا کرنے والا ادارہ شاہکار اب یکم اکتوبر ۱۹۷۶ سے ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ ایک سلسلہ پیش کر رہا ہے — ہر پہلی تاریخ کو ۹ اور ہر پندرہ تاریخ کو ۸ رنگارنگ کتابیں

یکم اکتوبر کو آنے والے شاہکار

شاہکار جیبی کتاب (نمبر ۱)

تاریخ حرّیت اسلام

منشی محمدّ دین فوق کی ایک نایاب تصنیف جس میں زمانۂ رسالت سے لے کر انیسویں صدی تک مسلمان بادشاہوں اور حق پرست بزرگوں کے جرأت آفرین حالات اور سبق آموز واقعات درج ہیں —— ۱/۵۰

شاہکار جیبی کتاب (نمبر ۲)

مجنوں کی ڈائری

قاضی عبدالغفار کا لافانی روزنامچہ جس میں ایک ایسے تعلیم یافتہ نوجوان کی زندگی کی معنوی حقیقت دکھائی گئی ہے جس نے مذہب اخلاق اور جذبات کی تمام حدود کو توڑ ڈالا —— ۱/۵۰

شاہکار تعلیمی فیچر (نمبر ۱)

سلسلہ نمبر ۱: جانوروں کی دُنیا

قدرت کے ہزاروں بچے

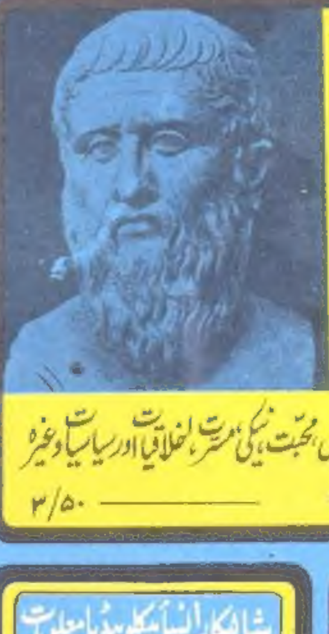
رنگین، باتصویر: —— ۵۰/-

شاہکار تعلیمی فیچر (۲)

سلسلہ نمبر ۲: جانی پہچانی چیزیں

روٹی اور ڈبل روٹی

رنگین، باتصویر: —— ۵۰/-



شاہکار جدید کتاب (نمبر ۴۴)

افلاطون کی ری پبلک

سقراط کے شاگرد اور ارسطو کے اُستاد افلاطون کی وہ شہرۂ آفاق تصنیف جو گزشتہ ڈھائی ہزار سال سے مسلسل شاہکار چلی آ رہی ہے حسن، عدل، محبت، نیکی، مسرت، اخلاقیات اور سیاسیات وغیرہ کے بارے میں افلاطون کا مثالی خواب —— ۳/۵۰

شاہکار تعلیمی فیچر (۳)

سلسلہ نمبر ۳: زمین اور اس کے پڑوسی

کائنات کتنی وسیع ہے؟

رنگین، باتصویر: —— ۵۰/-

شاہکار بچوں کی انسائیکلوپیڈیا

اکتوبر ۷۶ء سے اشاعت کا دوسرا سال

قسط ۱۳ والی

بدھ سوچ سے "برطانیہ" تک ۲۸ مضامین

ماہانہ امتحان ۳

سوالنامے کے صحیح جواب پر سو روپے انعام

باتصویر، رنگین: —— ۲/۵۰

شاہکار انسائیکلوپیڈیا معلومات

اُردو زبان کا سب سے بڑا انسائیکلوپیڈیا

دورِ جدید کا سب سے بڑا علمی منصوبہ

ہر پہلی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

قسط ۶ والی

ایک سو مضامین

باتصویر: —— ۳/-

شاہکار تعلیمی فیچر (۴)

سلسلہ نمبر ۴: انسانی میل جول

زبان کس طرح بنی؟

رنگین، باتصویر: —— ۵۰/-

سرورق: ایشین آرٹ پریس، ۱۲، میکلوڈ روڈ، لاہور